بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَن يُؤتَ الحِكمَةَ فَقَد اُوتِيَ خَيرًا كَثِيرًا (القرآن)

"اور جسے حکمت (فہم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی"۔

جواہر الرشید

یعنی

ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب

صد پند لقمان

علماء و مفتیان کرام، اساتذہ و مشایخ عظام، طلبہ و صلحاء و اہل تبلیغ کی خدمت میں

گلِ صد برگ

ملفوظات

۴

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

ناشر

الرَّشِید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

"اور جسے حکمت (فہم دین) عطا ہوئی تو بے شک اسے بڑی ہی خیر عطا ہوئی۔"

جواہر الرشید

یعنی

ہزاروں زریں ملفوظات میں سے منتخب

صد پند لقمان

علماء و مفتیان کرام، اساتذہ و مشایخ عظام، طلبہ و صلحاء و اہل تبلیغ کی خدمت میں

گلِ صد برگ

ملفوظات

۴

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

نام کتاب ← جواہر الرشید (جلد رابع)
وعظ ← فقیہ العصر مفتئ اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم
تاریخ طبع ← ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
تعداد ← ۲۲۰۰
مطبع ← قریشی آرٹ پریس۔ فون:۔ ۶۶۸۶۰۸۴
ناشر ← الرشید

ملنے کا پتہ

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد
ناظم آباد۔ کراچی
فون نمبر..... ۶۶۸۳۳۰۱ فیکس نمبر..... ۶۲۳۶۶۶ - ۰۲۱

فاروق اعظم کمپوزرز

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
☐ ① پریشانیوں سے نجات کا نسخہ اکسیر	۱۱
☐ ❶ قرآن مجید کی دعائیں	۱۱
☐ ❷ تدبیر	۱۴
☐ ❸ دعاء استخارہ	۱۴
☐ آج کے مسلمان کے حالات	۱۵
☐ ❹ نذر	۱۶
☐ اشکال اور جواب	۱۶
☐ نذر کی دو قسمیں	۱۷
☐ ① مطلق	۱۷
☐ ② معلق	۱۷
☐ ❺ صلوٰۃ الحاجۃ	۱۸
☐ ② ثیبات سے نکاح کی حکمت	۲۲
☐ ③ تحصیل مقصد کا غلط طریقہ	۲۳
☐ ④ تکلیف رحمت یا عذاب	۲۳
☐ ⑤ قرب ملک کا ذریعہ	۲۴

عنوان | صفحہ

☐ ⑥ استخارہ کے بارے میں ایک لطیفہ ۲۴
☐ ⑦ اصول علاج ۲۶
☐ ⑧ اسباب کی ناکامی ذریعہ توکل ۲۷
☐ ⑨ توجهي الى ربك ۲۸
☐ ⑩ هل انت الا اصبع دميت ۲۹
☐ ⑪ اس زمانے کے عاشق ۳۰
☐ ⑫ ادائے بے نیازی ۳۱
☐ ⑬ دستخط کا طرز تحریر ۳۱
☐ ⑭ علماء کے لئے افضل ترین ذریعہ معاش ۳۲
☐ ⑮ انوار الرشید اسباق معرفت ۳۳
☐ ⑯ اللہ کے بندوں کے لئے رحمت کی دعاء ۳۴
☐ ⑰ دنیوی نعمتیں شوق وطن کا ذریعہ ۳۴
☐ ⑱ دنیوی تعلیم یافتہ اسلام کے دشمن ۳۵
☐ ⑲ دنیا سے بے رغبتی ۳۶
☐ ⑳ اپنا سامان اپنے پاس ۳۷
☐ ㉑ جاہل صوفی مریض وہم ۳۸
☐ ㉒ ایک اہم مسئلہ ۳۹
☐ ㉓ مہمان کی تواضع میں جلدی ۴۰
☐ ㉔ کسی کی موت کی خبر سننے پر دعاء ۴۰

عنوان	صفحہ
☐ (۲۵) عزم وہمت سے ہر مشکل آسان	۴۱
☐ (۲۶) فہم و تفہیم	۴۱
☐ (۲۷) بلا ضرورت بولنا لغو ہے	۴۲
☐ (۲۸) طویل عمر ہونے پر دعاء	۴۳
☐ (۲۹) تفقہ فی الدین	۴۴
☐ (۳۰) تنعم پر جہاد کو ترجیح	۴۶
☐ (۳۱) مستشار صالح ہونا ضروری ہے	۴۶
☐ (۳۲) اغنیاء کے ذریعہ مساکین کی مدد	۴۷
☐ (۳۳) مہمان میزبان پر بوجھ نہ ڈالے	۴۷
☐ (۳۴) اسباب رزق کا ادب واحترام	۴۸
☐ (۳۵) آلات علم کا احترام	۴۹
☐ (۳۶) دم گزر	۵۱
☐ (۳۷) اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھیں	۵۲
☐ (۳۸) نشتر کے بعد مرہم	۵۲
☐ (۳۹) خدمات دینیہ کے بارے میں ایک دعاء کا معمول	۵۳
☐ ❶ جہد المقل	۵۳
☐ ❷ بضاعۃ مزجاۃ	۵۴
☐ ❸ چوہے اور چور کی مثال	۵۴
☐ اعمال صالحہ کے چور	۵۵

عنوان	صفحہ
☐ (۴) امانت میں خیانت	۵۷
☐ (۴۰) اختلاف کی قسمیں اور شرائط	۵۸
☐ (۴۱) حج اور عمرہ کرنے والوں کو نصیحت	۵۹
☐ فسادِ نیت کی قسمیں	۶۰
☐ (۴۲) بوقت طعام کراہت سلام واستحباب کلام کی وجہ	۶۱
☐ (۴۳) بوقت طعام قوانین شریعت کی گفتگو مکروہ ہے	۶۲
☐ (۴۴) کھانے کو اپنی نشست کے برابر رکھنا چاہئے	۶۳
☐ (۴۵) دعاء میں رفع یدین کے مواقع	۶۴
☐ (۴۶) بڑوں کے احوال واقوال سے سبق حاصل کریں	۶۵
☐ (۴۷) مسافر خانے اور گھر کی حقیقت	۶۶
☐ (۴۸) بازار آخرت ہر وقت کھلا ہے	۶۶
☐ (۴۹) دین سے غفلت کی تین صورتیں	۶۸
☐ (۵۰) ضعیف اور مریض کی حوصلہ افزائی	۶۹
☐ (۵۱) حضرت استاذ طوطا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۷۰
☐ (۵۲) غلبۂ فساد کا اثر	۷۲
☐ (۵۳) شیخ کے کمالات واحسانات کا مراقبہ	۷۳
☐ (۵۴) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عوام سے بیزاری	۷۴
☐ (۵۵) ابتلاء وامتحان کی صورتیں	۷۵
☐ (۵۶) ذکر اپنی جگہ خود بنالیتا ہے	۷۶

عنوان	صفحہ
☐ (۵۷) کتاب کے بارے میں اندازہ لگانے کا طریقہ	۷۷
☐ (۵۸) اللہ سے مانگنے کا طریقہ	۷۸
☐ (۵۹) کسی کام کی فرصت نہ ملنا بے اعتنائی کی دلیل	۷۹
☐ (۶۰) کمر سیدھی کرنے کا نسخہ	۷۹
☐ (۶۱) رجاء و غرور	۸۱
☐ (۶۲) مغربی جزیرہ میں مرکز الجہاد	۸۲
☐ (۶۳) قلب پر صبغۃ اللہ کی پالش	۸۳
☐ (۶۴) مجاہد کے جسم میں دھاتوں کا تناسب	۸۳
☐ (۶۵) دل کے اسپیشلسٹ کی درخواست پر	۸۴
☐ (۶۶) مخالفت کرنے والوں سے	۸۴
☐ (۶۷) افتاء کے لئے اہم چیز	۸۵
☐ (۶۸) معمولات پر مداومت	۸۵
☐ (۶۹) امام اور منتظمہ کے جھگڑوں کی وجوہ	۸۶
☐ (۷۰) ادب کا تقاضا	۹۰
☐ (۷۱) روزہ علاج شہوت	۹۱
☐ (۷۲) تقویٰ شرط تفقہ	۹۲
☐ (۷۳) مرید کو بھگانے پر انعام اور بھاگنے والے کو جوتے	۹۳
☐ (۷۴) جہاد مفرح و مقوی غذاء	۹۳
☐ (۷۵) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ	۹۴

عنوان	صفحہ
☐ (۷۶) نالائق متعلقین سے حفاظت کی دعاء	۹۵
☐ (۷۷) تحیۃ اللہ	۹۵
☐ (۷۸) یا اللہ میرے دل کو تھام لے	۹۶
☐ (۷۹) رب کریم کی شان تربیت	۹۶
☐ (۸۰) شرعی حلالہ	۹۷
☐ (۸۱) سیاست کے معنی	۹۹
☐ (۸۲) تصوف فقہ کی اعلیٰ و افضل قسم	۱۰۰
☐ (۸۳) مجاہدہ اجر میں زیادتی کا باعث	۱۰۱
☐ (۸۴) علم میں ترقی کا ذریعہ	۱۰۱
☐ (۸۵) برہنہ حالت میں بولنے کا حکم	۱۰۲
☐ (۸۶) معتبر پردہ کون سا ہے؟	۱۰۲
☐ (۸۷) کتاب صحیح ہونے کی شرائط	۱۰۲
☐ (۸۸) اسلام کا تصور قومیت	۱۰۳
☐ (۸۹) اللہ کی محبت کا چشمہ	۱۰۳
☐ (۹۰) صلاح قلب کی علامت	۱۰۴
☐ (۹۱) اھل اللہ سے انتفاع کا طریقہ	۱۰۵
☐ (۹۲) بے دینوں کا اشکال	۱۰۵
☐ (۹۳) "سگا بھائی" کے معنی	۱۰۶
☐ (۹۴) مؤاخذہ کے لئے عقل کافی ہے	۱۰۶

عنوان	صفحہ
☐ (۹۵) زینہ اترتے چڑھتے وقت کے اذکار کی حکمت	۱۰۷
☐ (۹۶) باطنی بلندی اور پستی کی مثال	۱۰۷
☐ (۹۷) فساد نیت کی دلیل	۱۰۸
☐ (۹۸) دینی نفع کے لئے طلب عزت	۱۰۸
☐ (۹۹) کسی سے اصلاحی تعلق رکھنے کی برکت	۱۰۸
☐ (۱۰۰) سوتے شیر جاگ اٹھے	۱۱۰

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواہر الرشید

① پریشانیوں سے نجات کا نسخہ اکسیر:

آج کل ہر شخص یہی کہتا ہے کہ بہت پریشان ہوں، سوائے ان لوگوں کے جو صحیح معنی میں دیندار ہیں۔ جدھر دیکھیں پریشانی اور بے چینی ہے اور اس سے نجات کے لئے لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، وظیفے پڑھتے ہیں اور دعائیں کرتے کرواتے ہیں۔

قاعدہ: دعائیں تو صرف وہی افضل اور معتبر ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے بتادیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتادیا کہ اس حاجت و ضرورت کی یہ دعاء ہے تو بس وہی معتبر ہے۔ کام کرنے والا، تدبیر کو کارگر کرنے والا، دعاء قبول کرنے والا تو صرف اور صرف اللہ ہی ہے اس لئے اسی کا فیصلہ معتبر ہے۔

قرآن مجید کی دعائیں:

آج کے مسلمان کو اللہ سے اتنا بعد ہے کہ یہ اللہ کی بتائی ہوئی دعائیں، اللہ کے بتائے ہوئے طریقے استعمال نہیں کرتا، اسے اللہ پر اعتماد ہی نہیں، مثال کے طور پر

سورۂ فرقان میں ایک دعاء ہے:

① ﴿ربنا هب لنا من ازواجنا و ذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما۝﴾ (۲۵ - ۷۴)

”اے ہمارے رب! ہمیں ایسی بیویاں اور ایسی اولاد عطاء فرما جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہمیں متقین کا امام بنادے۔“

دیکھئے کہنے کو یہ ایک دعاء ہے لیکن کتنے مقاصد اس سے پورے ہوتے ہیں:

❶ کسی مرد کی شادی نہ ہورہی ہو اس کے لئے یہ دعاء ہے۔

❷ کسی عورت کی شادی نہ ہورہی ہو اس کے لئے بھی یہی دعاء ہے۔

❸ اولاد نہ ہورہی ہو تو اس کے لئے بھی یہی دعاء ہے۔

❹ اولاد نافرمان ہو تو اس کے لئے بھی یہی دعاء ہے۔

❺ شوہر بیوی سے اچھا سلوک نہ کرتا ہو تو اس کے لئے بھی یہی دعاء ہے۔

❻ بیوی شوہر سے اچھا سلوک نہ کرے تو اس کے لئے بھی یہی دعاء ہے۔

یہ تو وہ مقاصد ہیں جن کے حصول کے لئے بے دین لوگ نہ معلوم کیا کیا طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ساتواں فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں دیندار لوگوں کے لئے دینی ترقی ہے۔

❼ دینی ترقی:

یہ عباد الرحمٰن کی دعاء ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاء نقل فرمارہے ہیں کہ رحمٰن کے بندے یوں دعاء مانگا کرتے ہیں لیکن آج کا مسلمان ایسا نالائق، ایسا نالائق کہ اس سے یہ دعاء نہیں مانگی جاتی۔

② صالح نرینہ اولاد کے لئے قرآن مجید میں یہ دعاء ہے:

﴿رب هب لي من الصلحين۝﴾ (۳۷ - ۱۰۰)

”اے میرے رب! مجھے صالح بیٹا عطاء فرما۔“

③ دفع سحر و آسیب کے لئے قرآن مجید میں آخری دو سورتیں ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے شر سے خصوصاً سحر و آسیب سے حفاظت کے لئے ان جیسی کوئی چیز نہیں:

﴿انه ما تعوذ المتعوذون بمثلهما﴾

اور فرمایا کہ ان جیسی کوئی آیت نہیں:

﴿انزل اعلی اٰیات لم یر مثلهن﴾

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المنار المنیف" میں فضائل سور کے بارے میں ان دونوں حدیثوں کو صحیح ترین احادیث میں شمار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج انہی سورتوں سے کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر یہ سورتیں نازل فرمائیں، حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ سورتیں پڑھیں تو اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سحر کا اثر زائل ہوگیا اور بالکل شفاء ہوگئی۔ لیکن آج کے مسلمان کا اس پر ایمان نہیں اس لئے عاملوں کے چکر میں پڑ کر اپنا مال بھی، سکون بھی، دنیا بھی، آخرت بھی سب کچھ تباہ کررہا ہے، اللہ تعالیٰ اس قوم کو عقل اور قرآن مجید پر ایمان عطاء فرمائیں۔

④ ایک اور دعاء ہے جو ہر پریشانی کا علاج ہے:

﴿حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل ۝﴾ (۳ - ۱۰۳)

"ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔"

غزوۂ احد کے موقع پر ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوگئے اور تمام صحابہ کرام بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے اس حالت میں یہ اطلاع ملی کہ دشمن کی تازہ دم فوج حملہ آور ہونے والی ہے تو انہوں نے فوراً کہا: حسبنا اللّٰه و نعم الوکیل۔ اس پر اللہ کی کیسی رحمت ہوئی، فرمایا: فانقلبوا بنعمة من اللّٰه و فضل لم یمسسهم سوء۔ "ف" فوراً کے لئے ہے یعنی فوراً اللہ کی مدد پہنچ گئی، جس کے بارے میں

قرآن میں ہو اور جو اللہ کے محبوب بندوں کی دعاء ہو اور اس پر فوراً اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی ہو یہ دعاء آج کے مسلمان سے نہیں مانگی جاتی۔

۲ تدبیر:

ہر پریشانی سے نجات اور وسعت رزق کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر بیان فرمائی ہے:

> ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا ○ ويرزقه من حيث
> لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ
> امره قدجعل الله لكل شيء قدرا ○﴾ (۶۵ - ۲، ۳)
>
> ”اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے۔“

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ سے رزق عطاء فرمائے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو، رزق کا لفظ تمام ضرورات کو شامل ہے۔ بس صرف ایک کام کرنا پڑے گا کہ تقویٰ اختیار کرلے، یہ صرف رزق ہی کی پریشانی نہیں بلکہ ہر پریشانی سے نجات کی بشارت ہے۔

۳ دعاء استخارہ:

کسی خاص متعین چیز کی طلب کے لئے دعاء استخارہ بتائی گئی ہے۔ اگر اس چیز کو

حاصل کرنا اختیار میں ہو لیکن تردد ہو کہ کرنا چاہئے یا نہیں تو اس کے لئے سنت کے مطابق استخارہ کرلے یا اگر کوئی چیز اختیار میں نہیں اور اس کے لئے مرا جارہا ہے تو بھی استخارہ کرلے۔ اگر اللہ پر ایمان کامل ہو تو استخارہ کے بعد سکون ہو جائے گا لیکن آج کے مسلمان کو تو اللہ پر یقین ہے ہی نہیں، اعتماد ہی نہیں تو اسے سکون کیسے ملے، چونکہ اللہ پر اعتماد نہیں اس لئے یہ نہیں سوچتا کہ اگر وہ چیز اس کے لئے بہتر ہوتی تو مقدر ہو جاتی۔

آج کے مسلمان کے حالات:

① اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں عباد الرحمٰن کی ایسی دعاء بتادی جو کئی مقاصد کے لئے ہے لیکن آج کے مسلمان کا طریقہ یہ ہے کہ شادی کے لئے سورۂ مریم پڑھیں یا سورۂ مزمل پڑھیں اور یا لطیف پڑھیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی دعاء پسند نہیں اس پر اعتماد نہیں، سورۂ مریم اور سورۂ مزمل میں تو کوئی ایسی بات ہے ہی نہیں کہ یہ شادی کے لئے پڑھی جائیں، مگر یہ پھر بھی یہی پڑھیں گے اللہ تعالیٰ نے جو اتنی جامع دعاء بتادی وہ نہیں پڑھیں گے۔

② کہتے ہیں کہ سورۂ یوسف پڑھیں تو بہت خوبصورت بیٹا پیدا ہوگا۔ چلئے اگر خوبصورت بیٹا پیدا ہو بھی گیا اور وہ والدین کے لئے وبال جان بن گیا نافرمان ہوا تو خوبصورت بیٹا کس کام کا؟ اولاد خواہ بیٹا ہو یا بیٹی صالح ہونی چاہئے، قرآن مجید میں عباد الرحمٰن کی جو دعاء ہے اس میں یہی ہے کہ میاں، بیوی، اولاد سب متقین ہوں لیکن آج کا مسلمان یہ دعاء نہیں مانگتا بلکہ خوبصورت بیٹے کے لئے سورۂ یوسف پڑھتا ہے۔

③ شوہر بیوی، بھائی بہنوں اولاد اور والدین میں باہم محبت و الفت کے لئے بھی یہی عباد الرحمٰن والی دعاء ہے لیکن ان لوگوں کو یہ دعاء پسند نہیں یہ اس مقصد کے لئے یا ودود پڑھتے ہیں۔

رزق کے لئے سورۂ واقعہ پڑھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر حاجت کے لئے: حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔ بتایا ہے اور تدبیر: ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب۔ لیکن آج کے مسلمانوں کو اللہ کی بتائی ہوئی دعاء اور تدبیر اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دعاء پسند نہیں یہ اپنے نئے طریقے ہی نکالتے رہتے ہیں۔

نذر:

اللہ سے شرط باندھتے ہیں کہ تو میرا یہ کام کرے گا تو میں اتنی رکعتیں پڑھوں گا اور اگر تو میرا یہ کام نہیں کرے گا تو میں بھی تیری عبادت نہیں کروں گا۔ پھر بعض تو ساری عمر کی منت مان لیتے ہیں، یہ کام عورتیں بہت کرتی ہیں کہ روزانہ اتنے نفل پڑھیں گے یا فلاں فلاں دن روزہ رکھیں گے پھر جب بوڑھے ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں اب کیا کریں ہم سے تو ہوتا نہیں، دوسری بات یہ کہ نذر مانیں گے تو نفل نماز یا روزہ کی، مال کی نذر نہیں مانتے۔ ارے! اگر ماننی ہی ہے تو مال کی نذر مانو کچھ تو حب مال کا علاج ہو مگر نہیں ان سے مال نہیں نکالا جاتا ان کا حال تو یہ ہے کہ چمڑی جائے تو جائے دمڑی نہ جائے اور اگر مال نکالیں گے بھی تو کیا کہ بکرا ذبح کرو کالا بکرا۔

اشکال اور جواب:

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نذر تو قرآن مجید، حدیث اور فقہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿ولیوفوا نذورهم ولیطوفوا بالبیت العتیق﴾ (۲۲ - ۲۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں ان دونوں قسموں کا حکم مختلف ہے۔

نذر کی دو قسمیں:

① مطلق:

کسی چیز کے ساتھ اس کو مشروط نہ کیا کہ یہ کام ہوا تو میں یہ کروں گا اور اگر نہ ہوا تو نہیں کروں گا، بس ایسے ہی اپنے ذمے کوئی نیکی کا کام لے لیا جیسے میں جہاد میں ایک چلہ لگاؤں گا یعنی اپنے اوپر کسی نیک کام کو لازم کرلیا۔ اس سے میں منع نہیں کرتا یہ تو اچھی بات ہے۔

② معلق:

یعنی نذر کو کسی چیز کے ساتھ معلق کرنا جیسے:

❶ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو اتنے پیسے اللہ کی راہ میں لگاؤں گا۔

❷ اگر میں نے فلاں کام کیا تو اتنے پیسے لگاؤں گا۔ ان دونوں صورتوں میں بھی کوئی اشکال نہیں یہ بھی ٹھیک ہے کہ کوئی نیکی کا کام کرنا چاہتا ہے یا کسی برے کام سے بچنا چاہتا ہے تو اپنے نفس پر ضابطہ رکھنے کے لئے اس طرح نذر مان لینا صحیح ہے بلکہ اچھی بات ہے۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی چیز اس کے اختیار میں نہیں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شرط باندھتا ہے کہ اگر تو میرا یہ کام کردے تو میں دو رکعت پڑھوں گا اور اگر نہیں کرتا تو نہیں پڑھوں گا، یہ ٹھیک نہیں۔ اگرچہ یہ جائز ہے اور نذر منعقد ہوجاتی ہے مگر ایسا کرنا ٹھیک نہیں یہ طریقہ اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت کے خلاف ہے۔ نذر کی اس قسم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ﴿لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا و انما یستخرج به من البخیل﴾ (متفق علیہ)

"نذر مت مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیر کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرسکتی، بس یہ بخیل سے کچھ نکالنے کا ذریعہ ہے۔"

صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالی یا بدنی یا زبانی عبادت کی نذر ماننے کی بجائے اسی وقت وہ عبادت کرلی جائے۔ صدقہ اور دوسری عبادات نافلہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور آفات سے حفاظت رہتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ان الصدقة لتطفئ غضب الرب و تدفع میتة السوء﴾

(ترمذی)

"بے شک صدقہ رب کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔"

⑤ صلوۃ الحاجۃ:

جتنی بھی حاجات ہیں سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر بتادی:

﴿و من یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا ۝ و یرزقه من حیث لا یحتسب و من یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبه﴾ (۶۵ - ۳)

مخرجا نکرہ ہے جو تعمیم کے لئے ہے یعنی جو بھی اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیں گے اسے تمام پریشانیوں سے نجات عطاء فرمادیں گے اس کی کوئی حاجت بھی باقی نہیں رہے گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿من کانت الاخرة ھمه جعل اللّٰہ غناہ فی قلبه و جمع له شمله و اتته الدنیا و ھی راغمة و من کانت الدنیا ھمه جعل اللّٰہ فقرہ بین عینیه و فرق علیه شمله و لم یأته من الدنیا الا ما قدر له﴾ (ترمذی)

> ”جس نے آخرت کو مقصود بنالیا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا عطاء فرماتے ہیں اور اس کی متفرق حاجات پوری فرماتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے اور جس نے دنیا کو مقصود بنالیا اللہ تعالیٰ اسے فقر وفاقہ سے خوف زدہ رکھتے ہیں اور اسے متفرق حاجات میں مبتلا رکھتے ہیں پھر بھی اسے دنیا اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لئے مقدر ہے۔“

اور فرمایا:

> ﴿من جعل الهموم هما واحدا هم المعاد كفاه اللّٰه هم دنياه ومن تشعبت به الهموم احوال الدنيا لم يبال اللّٰه في اى اوديته هلك﴾ (ابن ماجہ)

> ”جس نے اپنے تمام تفکرات کو ایک ہی فکر بنالیا یعنی فکر آخرت اللہ اسے دنیا کے تمام تفکرات سے کافی ہوجاتا ہے اور جسے دنیا کے تفکرات نے گھیرلیا اللہ اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کہاں ہلاک ہوا۔“

کئی حدیثوں میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اکابر نے فرمایا:

> ”فکر آخرت عصائے موسوی ہے جو تمام تفکرات کو کھا جاتی ہے۔“

جس کے قلب میں آخرت کی فکر پیدا ہوجائے دنیا کے تمام تفکرات اس کے قلب سے نکل جاتے ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید میں دعاؤں کا ذکر ہے کہ اللہ کے بندوں نے کس کس طرح دعائیں کیں اور دعاء کی تلقین بھی ہے: ادعوا ربکم۔ دعاء کا حکم اور اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ دعاء مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے اور محبت میں ترقی سے دین میں ترقی ہوتی ہے اور نافرمانیاں

چھوٹتی جاتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں جتنی بھی دعائیں ہیں وہ ساری کی ساری آخرت کے لئے ہیں کہ آخرت بن جائے، دین بن جائے۔ رہیں دنیوی حاجات تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو بھی نافرمانیاں چھوڑ دے، اطاعت اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں سے نجات عطاء فرمادیں گے۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ۔ میں دنیا کی دعاء نہیں بلکہ دنیا میں اچھی حالت کی دعاء ہے، اچھی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ کر اس کی رضا اور فکر آخرت کی توفیق مل جائے، نافرمان کو دنیا میں بھی سکون ہرگز نہیں مل سکتا۔ (اس پر حضرت اقدس کا مفصل وعظ ہے کہ جب گناہ چھوڑنے سے تمام حاجات پوری ہوجاتی ہیں تو پھر دعاء مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ جامع) جس طرح حدیث میں صلوۃ الاستخارہ کا ذکر ہے کہ کبھی کوئی ایسی ضرورت پیش آئے تو یہ نماز پڑھ لی جائے ایسے ہی حدیث میں ہے کہ کبھی کوئی حاجت پیش آجائے تو صلوۃ الحاجۃ پڑھ لی جائے، کبھی کبھار، یہ نہیں کہ ہر وقت روزانہ صلوۃ الحاجۃ ہی پڑھتے رہیں، حدیث کے الفاظ ہیں کہ کبھی کوئی اہم حاجت ہو تو صلوۃ الحاجۃ پڑھ لی جائے۔

آج کل لوگوں کی حاجات بہت ہیں، یہ تو ایک ایک دن میں کئی کئی بار صلوۃ الحاجۃ پڑھیں گے تو بھی ان کی حاجات پوری نہیں ہوں گی، بس صلوۃ الحاجۃ ہی پڑھتے رہیں گے۔ یہ دنیا کی ہوس کا کرشمہ ہے ؎

ماقضی احد منها لبانته
ولا انتهی ارب الا الی ارب

”کسی نے بھی دنیا میں اپنی حاجت کو پورا نہیں کیا۔ ایک حاجت پوری ہوگئی تو دوسری حاجت پیدا ہوجاتی ہے۔“

آج کل لوگوں کی حاجات اتنی زیادہ اس لئے ہیں کہ اللہ کے نافرمان ہیں، جب بندہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے تو اس کی سب حاجات تو ویسے ہی پوری ہوجاتی

ہیں۔ اللہ کی عبادت تو اس لئے کرنی چاہئے کہ ہم بندے ہیں تو معبود ہے ہمارا کام ہی تیری عبادت کرنا ہے لیکن آج تو لوگ اللہ سے شرط باندھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں، ایسے نالائق ہیں کہ اللہ کو گویا رشوت دے رہے ہیں کہ ہم نے صلوۃ الحاجۃ پڑھ لی اب تو ہمارا کام کردے۔ اس غلط رجحان کی اصلاح کے لئے ہی میں لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ کم از کم ایک بار تو صلوۃ الحاجۃ اس نیت سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں، اللہ کی محبت پیدا ہوجائے کیونکہ سب سے بڑی حاجت، سب سے بڑی حاجت تو بس یہی ہے کہ اللہ راضی ہوجائے لیکن آج کے نالائق مسلمان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

حاصل اس تقریر کا یہ نکلا کہ نافرمانیاں چھوڑنے والے اور فکر آخرت رکھنے والے کی دنیوی حاجات تو ہوتی ہی نہیں اس لئے کہ:

❶ اللہ تعالیٰ اس کے کفیل ہوجاتے ہیں۔

❷ ان لوگوں کے نزدیک دنیوی حاجات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اللہ کے بندے کے سامنے کوئی حاجت ہوتی ہی نہیں اور اگر ہو تو بھی وہ سمجھتا ہے کہ کوئی حاجت ہے ہی نہیں، دنیا تو گزر جانے والی ہے اصل چیز تو آخرت ہے دنیوی ضرورات کی اس کے نزدیک اہمیت نہیں ہوتی اس لئے وہ ان کے بارے میں دعاء بھی نہیں کرتا۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ پھر حدیث میں یہ کیوں ہے کہ کوئی حاجت ہو تو اس کے بارے میں صلوۃ الحاجۃ پڑھ لی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھار شاذ و نادر اگر کوئی ایسی ضرورت پیش آگئی جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ حاجت اگر پوری نہ ہوئی تو اس سے آخرت کا ضرر ہوگا یا کوئی ایسی حاجت ہے جس سے دینی نفع وابستہ ہے تو اس کے لئے پڑھ لے، یہ نہیں کہ ہر وقت صلوۃ الحاجۃ ہی پڑھ رہے۔ اللہ کا بندہ تو اللہ کی ہر قضاء پر راضی رہتا ہے اس کا حال تو یہ ہے:

"جو مرضیٔ مولیٰ وہی مرضیٔ دولا، جب ڈبوئے مولیٰ تو کیا بچائے دولا۔"

② ثیبات سے نکاح کی حکمت:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> ﴿عسي ربه ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن مسلمت مؤمنت قنتت تئبت عبدت سئحت ثيبت وابكارا۝﴾ (٦٦ - ٥)
>
> ”اگر رسول تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا رب بہت جلد تمہارے بدلے ان کو بہت اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں ہوں گی۔“

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابکار کے ساتھ ثیبات کی نعمت کا بھی ذکر ہے، بعض مفسرین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ثیبہ کو شوہر کی خدمت کرنے، اسے آرام پہنچانے، راضی رکھنے اور گھر سنبھالنے کا سلیقہ ہوتا ہے مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ سلیقہ تو باکرہ میں بھی چند روز کے بعد پیدا ہو جاتا ہے، ثیبہ بھی تو شروع میں باکرہ ہی ہوتی ہے، چند روز کے بعد شوہر کی تربیت اور تجارب سے ہر کام میں مہارت حاصل ہو جاتی ہے پورا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے، میرے خیال میں اس کی بہتر توجیہ یہ ہے کہ جب ثیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے گی تو پہلے شوہر کی بنسبت ہر ہر طریقے سے ہر ہر لحاظ سے بہتر پائے گی، قوت جسمانیہ کے اعتبار سے، اخلاق کے اعتبار سے، غرض تمام اوصاف کے لحاظ سے، کسی صفت میں بھی نبی کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا، جب ہر لحاظ سے نبی کو بہتر پائے گی تو نبی کی محبت و عظمت بڑھے گی جب محبت و عظمت بڑھے گی تو شوہر کی خدمت زیادہ کرے گی، یہ

فائدہ ہے شیبہ سے۔ یہ توجیہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزری میں نے تتبع بھی نہیں کیا، ہوسکتا ہے کہ کسی کتاب میں ہو (حضرت اقدس کا یہ علم اللہ تعالیٰ کی خاص عطاء ہے۔ جامع)

③ تحصیل مقصد کا غلط طریقہ:

ایک دستور عام ہوگیا ہے کہ کسی کی کوئی یادگار رکھنے کے لئے یہ تدابیر کی جاتی ہیں:

❶ کسی نے کوئی کتاب ہدیہ دی تو کہتے ہیں کہ اس پر یہ لکھ کر کہ میں نے فلاں کو ہدیہ دی ہے اپنے دستخط کردیں۔

❷ کبھی اپنی کوئی کاپی وغیرہ پیش کرکے کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نصیحت لکھ کر اپنے دستخط کردیں۔

❸ اپنی کسی کاپی پر صرف دستخط ہی لے لیتے ہیں۔

یہ جانبین میں خصوصی تعلّق کی سند ہے وہ اس سے اپنا کوئی غلط مقصد بھی حاصل کرسکتا ہے اس لئے میں اس سے احتراز کرتا ہوں۔

④ تکلیف رحمت یا عذاب:

دنیا میں مرض یا اور کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف پہنچے تو دو حالتیں ہوتی ہیں، اس کے ازالے کے اسباب موجود ہوں گے یا نہیں، پھر دونوں قسموں میں دو قسمیں ہیں بلاسبب کام بن گیا یا اسباب کی ضرورت پیش آئی، پھر دو قسمیں ہیں اسباب میسر ہیں یا نہیں، پھر اگر اسباب میسر ہوں تو دو قسمیں ہیں اسباب اختیار کرنے سے کام بن گیا یا نہیں بنا جتنی شقیں بتائی ہیں ہر ایک میں خیر اور شر ہونے کے دونوں احتمال ہیں، ہر حال میں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہتی ہے یا پہلے توجہ نہیں تھی تکلیف کے بعد

توجہ ہوگئی تو یہ رحمت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف شروع سے توجہ نہیں تھی تکلیف کے بعد بھی وہی حالت رہی یا پہلے توجہ تھی تکلیف کے بعد بے صبری اور جزع و فزع کرنے لگا تو یہ حالت اس کے لئے شر ہے عذاب ہے۔

⑤ قرب ملک کا ذریعہ:

ایک حاجی صاحب نے اپنا ایک قصہ بتایا: ”انہوں نے دیکھا کہ منیٰ میں قصر الملک کے قریب کچھ بچے کھیل رہے تھے انہوں نے ایک بچے کو پیار کیا اوپر سے ملک فیصل دیکھ رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو بھیجا اس نے میرا نام اور معلّم کا نام اور پتا مجھ سے پوچھ کر لکھ لیا میں بہت ڈرا کہ شاید ملک کو میری یہ حرکت پسند نہیں آئی معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں بہت ڈرتا رہا۔ میں جب اپنے معلّم کے پاس پہنچا تو وہاں ملک کا فرستادہ آگیا اس نے ملک کی طرف سے کھانے کی دعوت دی تو میں چلا گیا اس نے بہت پر تکلّف دعوت کی، اس کے ساتھ شاہی مہمان ہونے کا ایک پروانہ دیا کہ جہاں بھی جائیں یہ پروانہ دکھا کر شاہی مہمان کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔“

اس وقت سے میں نے یہ معمول بنالیا ہے کہ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو یہ نیت کرلیتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے ایک مخلوق بادشاہ کے بچے سے جس نے محبت کا اظہار کیا بادشاہ نے اسے کیسے اکرام اور قرب سے نوازا، یا اللہ! میں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار کررہا ہوں اس عمل کے صدقہ سے میرے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرما۔

⑥ استخارہ کے بارے میں ایک لطیفہ:

ایک بار حضرت اقدس کو بعض اہم دینی کاموں میں مشورہ کے لئے بلایا گیا وہاں

پہنچنے پر معلوم ہوا کہ کوئی غلط قسم کا مشہور پیر بھی مدعو ہے اس نے حضرت اقدس سے کہا: ”میں نے رات آپ کی کھانے کی دعوت کرنے کے بارے میں استخارہ کیا تو جواب ملا کہ آپ کی دعوت ضرور کروں۔“ حضرت اقدس نے فوراً برجستہ جواب دیا: ”آپ نے تو رات استخارہ کیا تھا میں نے ابھی ابھی کرلیا۔ مجھے یہ جواب ملا کہ ہرگز قبول نہ کروں، دونوں کے استخارہ پر عمل ہوگیا، آپ نے اپنے استخارہ کے مطابق میری دعوت کردی اور میں نے اپنے استخارہ کے مطابق انکار کردیا۔“ مجلس میں موجود علماء یہ لطیفہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ میں نے ایک ہی لمحہ میں استخارہ کیسے کرلیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے ”استخارہ“ سے اس کے لغوی معنی مراد لئے تھے۔ یعنی ”طلب خیر“ اور دعوت سے انکار کرنے میں خیر دلائل شرعیہ سے واضح تھی، قبول کرنے سے عوام کے عقیدہ میں فساد پیدا ہونے کا شدید خطرہ تھا، یہ حقیقت اتنی واضح تھی کہ اس کے لئے ذرا سی دیر بھی سوچنے کی حاجت نہ تھی اس لئے میں نے فوراً اپنا استخارہ بتادیا، مقولہ مشہور ہے کہ ع

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

”کار خیر میں استخارہ کی کوئی حاجت نہیں۔“

اسی طرح یہ حقیقت بھی مسلم ہے ع

در کار شر حاجت ہیچ استخارہ نیست

”کار شر میں استخارہ کی کوئی حاجت نہیں۔“

بلکہ اس کے لئے استخارہ جائز ہی نہیں ع

در کار شر رخصت ہیچ استخارہ نیست

”کار شر میں استخارہ کی کوئی رخصت نہیں۔“

⑦ اصول علاج:

علاج شروع کرنے سے پہلے خوب غور و فکر کر کے کوئی متوسط قابل اعتماد معالج منتخب کیا جائے پھر کوئی دواء بھی اس سے پوچھے بغیر استعمال نہ کی جائے اور علاج بھی اسی کا جاری رکھا جائے، بدلا نہ جائے، یہ سوچ کر مطمئن رہیں کہ ہم نے اللہ کے قانون کے مطابق علاج شروع کردیا ہے آگے نتیجہ اللہ کے سپرد ہے، ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی کرتے رہیں: "یا اللہ! ہم نے تیرے قانون کے مطابق علاج شروع کردیا ہے شفاء تیرے قبضہ میں ہے، علاج کررہے ہیں تیرے حکم کی تعمیل کے لئے تو اپنی رحمت سے شفاء عطاء فرما۔" معالج جلدی نہیں بدلنا چاہئے البتہ اگر اس معالج سے فائدہ نہ ہونا بالکل واضح ہوجائے تو بدل سکتے ہیں۔

ایک حکیم صاحب بہت صالح تھے، عالم بھی تھے اور حکمت میں بھی بہت ماہر تھے۔ وہ "شربت دلشاد" بنایا کرتے تھے، یہ شربت صحت و قوت کے لئے بہت مشہور تھا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی دو بوتلیں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرنے کے لئے لے گئے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اس کے اجزاء کیا ہیں؟ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا کہ شاید اجزاء دریافت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی مشتبہ دواء نہ ہو، اس لئے عرض کیا کہ اس کے اجزاء کا مجھے علم نہیں لیکن اس کے بنانے والے بہت متقی اور عالم ہیں اس لئے اس میں کوئی مشتبہ چیز نہیں ہوگی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس لئے نہیں پوچھ رہا کہ اس میں کوئی مشتبہ چیز ہوگی بلکہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ میں اپنے خاص طبیب سے پوچھے بغیر کوئی چیز استعمال نہیں کرتا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے خانقاہ سے ہی حکیم صاحب کو خط لکھا کہ ایسی صورت پیش آگئی ہے اس لئے آپ اس کے اجزاء لکھ دیں، انہوں نے اجزاء لکھ کر بھیج دیئے۔ آگے مجھے یاد نہیں کہ حضرت حکیم الامۃ

رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شربت قبول فرمالیا یا نہیں۔

⑧ اسباب کی ناکامی ذریعہ توکل:

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ بہت بڑی رحمت ہے کہ وہ بسا اوقات اسباب کو ناکام فرما کر اپنے بندوں کو توکل کی تعلیم دیتے ہیں، ان کی سبب سوزی اور سبب سازی سے بڑے بڑے عقلمند حیران و سرگرداں ہیں ؎

از سبب سوزیش من سودائیم
وزخیالائش چو سوفسطائیم
از سبب سوزیش من حیران شدم
وز سبب سازیش سرگردان شدم

مثنوی میں ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اسے اپنی باندی سے بہت محبت تھی، وہ بیمار ہوگئی بہت علاج کئے گئے کوئی فائدہ نہ ہوا، بادشاہ کے ہاں کس چیز کی کمی تھی، شاہی اطباء اور ہر قسم کے اسباب ناکام ہوگئے تو بادشاہ نے مسجد کا رخ کیا اور وہاں جاکر مسبّب الاسباب سے دعاء میں مشغول ہوگیا ؎

شہ چو عجز آن طبیبان را بدید
پا برہنہ جانب مسجد دوید
رفت در مسجد سوئے محراب شد
سجدہ گہ از اشک شہ پر آب شد

”بادشاہ نے جب ان طبیبوں کے عجز کو دیکھا تو برہنہ پاؤں مسجد کی طرف بھاگا، محراب میں جاکر سجدہ میں اتنا رویا کہ سجدہ کی جگہ آنسوؤں سے بھر گئی۔“

اس حالت میں یوں دعاء کی ؎

اے پناہ ما حریم کوئے تو
من بامیدے رمیدم سوئے تو

"اے اللہ! تیری گلی ہی ہماری پناہ گاہ ہے، میں بہت بڑی امید لے کر تیری طرف بھاگا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی غیب سے ایسا سامان فرمادیا کہ باندی مکمّل شفایاب ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے تمام تر اسباب کو ناکام بنا کر اپنی طرف کھینچ لیا، غرضیکہ اسباب کا ناکام ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اگر کبھی بھی کوئی سبب بھی ناکام نہ ہوتا بلکہ ہر سبب پر ہمیشہ اثر مرتب ہوجاتا تو اللہ تعالیٰ پر توکل بہت مشکل سے ہوتا۔ اس زمانے میں اسباب کی مسلسل ناکامیاں دیکھتے ہوئے آنکھوں سے مشاہدات کرتے ہوئے بھی اللہ کی طرف نظر نہیں جاتی، اگر اللہ تعالیٰ اسباب کو ناکام فرما کر توکل کا سبق نہ دیتے تو توکل پیدا کرنا کتنا مشکل ہوتا۔

⑨ توجھی الی ربک:

ایک بار حضرت اقدس کی انگشت شہادت میں وقفہ وقفہ سے کچھ درد کی لہر اور غیر ارادی حرکت ہونے لگی، جب بھی یہ عارضہ شروع ہوتا آپ انگلی کو خطاب کر کے فرماتے:

﴿توجھی الی ربک﴾

"اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجا۔"

تو اسے فورًا سکون مل جاتا، اس وقت سے حضرت اقدس کا معمول بن گیا کہ کسی عضو میں بھی ذرا سی کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو اسے انہی الفاظ سے خطاب فرماتے ہیں۔

⑩ ھل انت الا اصبع دمیت:

حضرت اقدس ناخن بہت گہرے تراشتے ہیں حتیٰ کہ ایک بار پاؤں کی ایک انگلی سے خون نکل آیا، کسی نے پوچھا کیا ہوا تو آپ نے فوراً برجستہ انگلی کو خطاب کر کے فرمایا:

ھل انت الا اصبع دمیت
وفی سبیل اللّٰہ مالقیت

”تو ایک انگلی ہی تو ہے جس نے خون بہایا ہے اور تجھے یہ جو تکلیف پہنچی ہے اللہ کی راہ میں ہے۔“

جامع عرض کرتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی غزوہ میں انگلی مبارک زخمی ہو گئی تھی خون بہنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مخاطب ہو کر یہی کلمات فرمائے:

ھل انت الا اصبع دمیت
و فی سبیل اللّٰہ مالقیت

حضرت اقدس کا یہ عمل نظرِ ظاہر میں تو معمولی سا ہے مگر اہل بصیرت کے لئے اس میں معرفت کے کئی اسباق ہیں:

❶ حضرت اقدس کو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی قسم کی مشابہت کا کہیں بھی کوئی موقع مل جائے تو اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

❷ ایسے معمولی سے واقعات کو بھی توجہ الی اللہ میں ترقی کا ذریعہ بناتے ہیں۔

❸ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمات کے لئے چن لیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجاہدین کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔

﴿ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ

علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصلحین
وحسن اولئک رفیقا۝﴾ (۴ - ۶۹)

”اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔“

﴿والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون
والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم﴾ (۵۷ - ۱۹)

”اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔“

حضرت اقدس تو ظاہرًا ابھی پوری دنیا میں جہاد کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔

② مجاہد کے امور طبعیہ پر بھی اللہ تعالیٰ اجر عطاء فرماتے ہیں۔

⑪ اس زمانے کے عاشق:

سرحد سے ایک مرید حضرت اقدس سے فون پر رابطہ رکھتے تھے، حضرت اقدس کو جب آواز بیٹھنے کا عارضہ ہوا تو آپ نے فون پر بات کرنے کا سلسلہ بند کردیا ان دنوں میں انہوں نے دارالافتاء میں فون کیا اور فون اٹھانے والے کے ذریعہ حضرت اقدس کو سلام اور یہ شعر پیش کیا ؎

ان کو مدنظر ہوا پردہ
اہل دل اب کہو کدھر جائیں

حضرت اقدس کے سامنے جب یہ پرچہ پہنچا تو پڑھ کر فرمایا کہ یہ ہیں آج کل کے

عاشق، میں نے پردہ کہاں کیا ہے میں تو یہاں مجلس میں روزانہ دو بار بیٹھتا ہوں، عاشق صاحب یہاں تشریف لانے کی زحمت نہیں فرما سکتے۔

⑫ ادائے بے نیازی:

ایک مولوی صاحب افتاء میں تخصص کے شعبہ میں پڑھتے تھے، وہ جس کاپی میں فتاویٰ لکھتے تھے اس کے سرورق پر حضرت اقدس کو دکھانے کے لئے انہوں نے یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

زمانہ مر مٹا تیری ادائے بے نیازی پر
کسی کا حال سنتے ہیں نہ کوئی بات کہتے ہیں

وہ اپنے لکھے ہوئے فتاوی کی اصلاح کے لئے یہ کاپی بار بار حضرت اقدس کے سامنے لاتے تھے، انہوں نے یہ شعر حضرت اقدس کی دنیا داروں سے ادائے بے نیازی کی تحسین کرنے کے لئے لکھا تھا اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انہیں حضرت اقدس کی یہ ادا بہت پسند ہے۔ حضرت اقدس نے ان کے اس عمل پر بھی کبھی کوئی توجہ نہ دی، بار بار نظر پڑنے کے باوجود کبھی ان سے کچھ پوچھا نہیں۔ بعد میں انہیں بتایا کہ میں آپ کے اس عمل پر بہت خوش ہوں اس لئے کہ آپ نے میرے پاس آکر کچھ حاصل کرلیا ہے، میری یہ بے نیازی صرف دنیا داروں سے ہے طالبین دین سے نہیں جیسا کہ آپ لوگ خود دیکھ ہی رہے ہیں، دنیا داروں سے بھی استغناء اور بے نیازی انہی کی اصلاح کے لئے ہے۔ (اس بارے میں انوار الرشید جلد ثانی باب ”غیر اللہ سے استغناء“ میں عنوان ”ایک مسکین اور ایک نواب کی ملاقات پر“ دیکھیں۔ جامع)

⑬ دستخط کا طرز تحریر:

اپنے دستخط ہمیشہ ایسے واضح کرنے چاہئیں کہ ہر شخص بسہولت سمجھ جائے۔ آج

کل کے فیشنوں میں سے ایک فیشن یہ بھی چل پڑا ہے کہ دستخط ایسے ٹیڑھے میڑھے اور گھما پھرا کر کرو کہ کوئی پڑھ ہی نہ سکے، اسے اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اس ضرورت سے ایسا کرتا ہے کہ کوئی نقل اتار کر فریب نہ دے تو یہ تو ایک صحیح مصلحت ہے لیکن اسے عام فیشن بنا لینا غلط ہے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو دنیا میں ایسا بلند مقام عطاء فرمایا ہو کہ وہ اپنے لئے کوئی خاص علامت معین کرلے تو سب لوگ سمجھنے لگیں کہ یہ فلاں کی علامت ہے ایسی صورت میں اس قسم کے دستخط کی نوعیت بنا لینا جائز ہے، مثال کے طور پر حضرات خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعد کے ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ مہر لگانے کے لئے انگوٹھی پر اپنے نام کی بجائے نصیحت کے مختلف کلمات لکھواتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر: کفی بالموت واعظا۔ لکھا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی پر: الملک اللّٰہ۔ لکھا ہوا تھا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر: قل الخیر و الا فاسکت۔ لکھوایا ہوا تھا، پوری دنیا کو اس کا علم ہو جاتا تھا کہ یہ فلاں کی مہر ہے، مقصد حاصل ہوگیا، یہی حکم دستخط کا ہے مقصد تو یہ ہے کہ عوام کو پتا چل جائے کہ یہ فلاں کے دستخط ہیں۔

⑭ علماء کے لئے افضل ترین ذریعۂ معاش:

علماء کو چاہئے کہ خدمات دینیہ میں ہی وقت لگائیں اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار نہ کریں، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا جو ذریعہ معاش تھا یعنی خدمت دین علماء اسی کو اختیار کریں۔ جب یہ اس کام میں لگ جائیں گے تو یہ سرکاری آدمی بن گئے سرکار خود ہی ان کی کفالت کرے گی۔ لوگوں سے بے نیاز ہو کر اور دنیوی ذرائع معاش سے مستغنی ہو کر دین کے کام میں لگ جائیں اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ (اس کی تفصیل وعظ ”محبت الٰہیہ“ میں دیکھیں۔ جامع)

⑮ انوار الرشید اسباق معرفت:

میں اپنے تمام متعلّقین کو تاکید سے وصیت کرتا ہوں کہ ”انوار الرشید“ کو بہت غور سے پڑھا کریں بلکہ بار بار پڑھتے ہی رہیں، روزانہ پڑھنے کا معمول بنائیں اس لئے کہ اس میں دور حاضر میں پیش آنے والے حالات اور ان میں اختیار کی جانے والی تدابیر اور حفاظت دین کے بہت اکسیر نسخے ہیں اور بے دینی کے سیلاب کے مقابلے میں ہمت بلند کرنے کی تدابیر ہیں۔

مکہ مکرمہ میں سب سے بڑے سرکاری ہسپتال میں ایک بہت بڑے ڈاکٹر تھے جن کا ہسپتال میں ہر وقت موجود رہنا قانونًا ضروری تھا، تھوڑی دیر کے لئے بھی کہیں جائیں تو اجازت لے کر جائیں۔ انوار الرشید جب پہلی بار مختصر سی چند صفحات میں چھپی تو وہ روزانہ چار پانچ منٹ کے لئے میرے پاس میری رہائش گاہ میں آتے تھے۔ پہلی بار آکر انہوں نے مجھے بتایا کہ میں اور میری اہلیہ اسے باری باری پڑھتے ہیں پھر اس سے حاصل ہونے والے اسباق ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ پھر وہ روزانہ کے اسباق آکر مجھے بتاتے تھے کہ آج ہم نے یہ یہ پڑھا یہ سبق حاصل کیا۔ اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ درحقیقت یہ سوانح نہیں بلکہ بہت اہم ہدایات اور بہت قیمتی اسباق ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا مجھ سے اصلاحی تعلّق نہیں تھا اس کے باوجود ان کے اور ان کی اہلیہ کے قلب میں اس کی اتنی اہمیت تھی کہ شب و روز ہسپتال میں مشغول رہنے کے باوجود میاں بیوی دونوں کتاب کو کیسے اہتمام سے دیکھتے پھر ایک دوسرے کو سناتے پھر اس کے مضامین یاد کر کے روزانہ مجھے آکر بتاتے۔ جب ان کے قلب میں اتنا اہتمام تھا تو جو اصلاحی تعلّق رکھتے ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور اس کے بلاناغہ مطالعہ کو لازم پکڑیں۔ اس سے نصیحت حاصل کرنے اور اپنے حالات کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔

⑯ اللہ کے بندوں کے لئے رحمت کی دعاء:

میں روزانہ ہر نماز کے بعد تین بار اور اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی اللہ کے سب بندوں کے لئے یہ دعاء مانگتا ہوں:

﴿اللھم ارحم عبادک﴾

"یا اللہ! تو اپنے سب بندوں پر رحم فرما۔"

بالخصوص روزانہ کم از کم دوبار چھت پر سے باہر دیکھتا ہوں اور سامنے آبادی بھی ایسی ہے کہ ہر وقت چہل پہل رہتی ہے انہیں دیکھ کر بھی یہی دعاء مانگتا ہوں اور ساتھ ساتھ اپنے لئے یہ دعاء کرتا ہوں:

> "یا اللہ! تو نے اپنی مخلوق کے بارے میں میرے دل میں جو یہ رحمت رکھی ہے کہ میں ان کے لئے رحمت کی دعاء مانگتا رہتا ہوں اس کے صدقہ سے مجھ پر رحم فرما۔"

پھر دل پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں:

> اللھم ثبت قلبی علی دینک۔ "یا اللہ! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت و قائم رکھ۔" میرے قلب و قالب پر رحمت نازل فرما: اللھم اسبغ علی من رحمتک وانزل علی من برکاتک۔ یا اللہ! مجھ پر اپنی رحمت بہادے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما۔

⑰ دنیوی نعمتیں شوق وطن کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں کو رغبت آخرت پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے ان سے

شوق وطن آخرت پیدا کرنے کی تین وجوہ ہیں:

❶ نعمتوں سے منعم کی طرف توجہ جانا اور اس سے محبت پیدا ہونا فطری امر ہے اس لئے اللہ کے بندوں کو نعمتوں میں منعم کا جلوہ نظر آتا ہے ۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر زلذت شرب دوام ما

❷ دنیا کی نعمتیں جنت کی نعمتوں کا نمونہ ہیں جب انسان سوچتا ہے کہ ان نعمتوں میں کتنی لذت ہے تو جنت کی نعمتوں کے بارے میں سوچے گا کہ اس سے کہیں زیادہ ان میں لذت ہوگی تو ان کی رغبت بڑھے گی ۔

جرعہ خاک آمیز چون مجنون کند
صاف گر باشد ندانم چون کند

❸ اگر دنیا میں کسی کے پاس کوئی نعمت موجود نہ ہو مگر ملنے کی توقع ہو تو وہ اس ادنیٰ سی توقع پر ہی بہت خوش ہوتا ہے اور ابھی سے استلذاذ شروع کردیتا ہے، اس پر یہ سوچ کہ اللہ کے بندے کے لئے جنت کی نعمتیں تو یقینی ہیں اور وہ کوئی زیادہ دور نہیں بس ابھی ملیں ۔

اگرچہ دور افتادم بدین امید خرسندم
کہ شاید دست من باردگر جانان من گیرد

⑱ دنیوی تعلیم یافتہ اسلام کے دشمن:

دنیوی تعلیم والے جاہلوں کی بنسبت کئی گنا زیادہ بدتر ہیں، اسلام سے دشمنی میں پیش پیش ہیں انہوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے، یہ حقیقت بالکل کھلے مشاہدات اور تجربات سے بالکل عیاں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ اسلام کے دشمنی میں جاہلوں سے بھی بڑھ کر

ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؏

والجاہلون لاھل العلم اعداء

”جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہوتے ہیں۔“

اس کی تشریح میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ”جاہلوں میں دنیوی تعلیم یافتہ بھی داخل ہیں بلکہ جاہلوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔“

امام طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے:

> ”علماء کی ہدایات، فیصلے اور فتاوی جاہلوں کی خواہشات نفسانیہ کے خلاف پڑتے ہیں اس لئے وہ علماء کے دشمن ہوجاتے ہیں۔“

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ تو اس وقت کے لوگوں کے بارے میں ہے اب تو روز بروز بلکہ لحہ بلحہ ان لوگوں کی اسلام دشمنی بڑھ رہی ہے۔

⑲ دنیا سے بے رغبتی:

مجھے اپنی خود خریدی ہوئی چیزوں کی قیمت بھی یاد نہیں رہتی خواہ وہ چیز کتنی ہی زیادہ قیمتی ہو۔ کسی زمانے میں قلم، گھڑی اور گاڑی کی قیمت کچھ دنوں یاد رہتی تھی اس لئے کہ یہ جہاد اور دوسری خدمات دینیہ میں کام آتی ہیں۔ میرا قلم تو بنصر اللہ تعالیٰ تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے لیکن اب مجھے ان چیزوں کی قیمت بھی یاد نہیں رہتی۔

میں چرمی موزوں کے ساتھ سہولت کے لئے پشاوری چپل پہنتا تھا ایک بار نئ

چپل خریدی تو چونکہ چپل کے پیچھے کی جانب جو پٹی ہوتی ہے اس کے ٹانکے جلد ہی کھل جاتے ہیں اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر میں پہلے ہی اس پٹی میں ریٹیں لگوانے موچی کے پاس چلا گیا۔ موچی نے دیکھ کر کہا بہت عالیشان چپل ہے۔ کتنے کی لی؟ میں نے کہا مجھے یاد نہیں حالانکہ وہ چپل ابھی بالکل نئی تھی اور بہت قیمتی تھی میرا یہ جواب سن کر موچی کہنے لگا کہ ہاں جی! جنہیں اللہ بے حساب دے انہیں چیزوں کی قیمتیں کہاں یاد رہتی ہیں۔

⑳ اپنا سامان اپنے پاس:

بسا اوقات لوگ سفر میں اپنا سامان اپنے پاس نہیں رکھتے خود بیٹھ گئے ایک گاڑی میں سامان ہے دوسری گاڑی میں، آگے چل کر دوسری گاڑی کو کوئی عارضہ پیش آگیا وقت پر نہیں پہنچ پائی یا پاسپورٹ اور ٹکٹ وغیرہ جس کے پاس ہے وہ بیٹھ گئے دوسری گاڑی میں اور وقت پر نہیں پہنچ پائے تو بہت پریشانی ہوتی ہے، بسا اوقات کہیں کسی مجلس میں جاتے وقت کسی نے حفاظت کے لئے جوتا اٹھالیا اور مخدوم کو معلوم ہی نہیں کس نے اٹھایا ہے، بعد میں تلاش کرنے میں سرگرداں رہتے ہیں کہ جوتا کس کے پاس ہے اور جس کے پاس ہوتا ہے وہ کہیں غائب۔ ایک بار ایران کے سفر میں میں نے اپنا کچھ قیمتی سامان اس خیال سے زاہدان میں چھوڑ دیا کہ واپسی پر یہاں سے لے لیں گے لیکن واپسی کسی دوسرے راستے سے ہوئی تو وہ سامان وہیں رہ گیا۔

لطیفہ: کوئی مسافر کسی درخت کے نیچے ٹھہرا پھر اسے درخت پر چڑھنے کا شوق ہوا تو اپنا جھولا بھی ساتھ اٹھالیا کسی نے کہا کہ اسے نیچے چھوڑ جاؤ اتر کر لے لینا، اس نے کہا کیا معلوم اوپر سے ہی کہیں چلا جاؤں۔

۲۱ جاہل صوفی مریض وہم:

شریعت کا اصول ہے کہ جب تک کسی چیز کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو جائے اسے نجس سمجھنا جائز نہیں مگر اس زمانے کے جاہل صوفی ذرا ذرا سی بات پر فلاں چیز نجس ہے، فلاں چیز حرام ہے، ایسی ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ساتھیوں کے ساتھ کسی سفر میں تھے وضوء کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئی ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی تھا آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے وہاں موجود کسی شخص سے پوچھا کہ اس میں کسی درندے وغیرہ نے تو منہ نہیں ڈالا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنبیہ فرمائی کہ مت پوچھو حالانکہ باہر جنگل وغیرہ میں تو کسی درندے وغیرہ کے منہ ڈالنے کا بہت گمان ہوتا ہے۔ آج کل کئی جاہل صوفی باہر سے آنے والی مختلف چیزوں کے بارے میں پمفلٹ اور چھوٹے موٹے رسالوں میں شائع کرتے رہتے ہیں کہ فلاں چیز نجس فلاں حرام ان کی فہرستیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ میں جب مغربی ممالک میں گیا تو وہاں لندن میں کسی مفتی صاحب نے ان جاہل صوفیوں کی ان لغویات کے رد میں فتویٰ لکھ کر تصدیق کے لئے مجھے دکھایا مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اس پر تصدیق لکھ دی۔ یہ وہمی لوگ اپنی بات پکی کرنے کے لئے بطور شہادت کسی کا مضمون بھی شائع کرتے ہیں کہ اس نے فلاں فلاں کمپنی میں جاکر خود دیکھا ہے یا وہاں کے ذمہ داروں سے خود تحقیق کی ہے جس کی بناء پر فلاں، فلاں چیز نجس یا حرام ہے یہ جاہل اور وہمی لوگ ہیں جو بدقسمتی سے صوفی بھی بن گئے اگر عامی جاہل ہوتا تو وہ ایسی تحقیقات کے بارے میں علماء سے رجوع کرتا لیکن چونکہ یہ بزعم خود صوفی بھی ہیں اور صوفی بھی بڑے اس لئے تحقیق کے شرعی طریق کار معلوم کرنے کے لئے کسی عالم کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

قصۂ عبرت: حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی

وہی صوفی پہنچ گیا، آپ کے گھر سے اس کے لئے کھانا آیا تو اس نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کردیا کہ میں اپنے پاس چنے رکھتا ہوں دوسروں کے گھروں کا کھانا مشکوک ہوتا ہے اس لئے میں نہیں کھاتا۔ مولانا نے فرمایا کہ تو نے یہ چنے کہاں سے لئے ہیں؟ اس نے کسی بنئے کا نام بتایا کہ اس کی دکان سے لئے ہیں، مولانا نے اس بنئے کو بلوا لیا، قصبہ کے سب ہندو وغیرہ بھی آپ کے بہت معتقد تھے، وہ بنیا حاضر ہوا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ ابھی ایک دو روز میں تیری دکان پر جو چنے آئے ہیں وہ کہاں سے آئے؟ اس نے کہا کہ ایک مینگھواڑ (چماروں جیسی ہندو قوم) نے میرے پاس بیچے ہیں تو مولانا نے اس مینگھواڑ کو بلوا لیا اس سے پوچھا کہ تو نے یہ چنے کہاں سے لئے؟ اس نے کہا کہ ہم نے ایک خنزیر کا شکار کیا تھا جب اسکا پیٹ چیرا تو اس میں سے یہ چنے نکلے۔ مولانا نے فرمایا کہ ارے صوفی! تجھے میرے گھر کا کھانا مشکوک نظر آرہا ہے اور خنزیر کے پیٹ سے نکلے ہوئے چنے کھا رہا ہے، یہ ہے تیرا تقویٰ، کچھ خبر لے اپنے تقویٰ کی۔

㉒ ایک اہم مسئلہ:

ایک مسئلہ بہت ہی زیادہ اہم ہے لیکن اس سے عوام و خواص بلکہ بہت سے علماء بھی بہت غفلت میں ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملازم پر جتنا وقت معین تھا اس نے اگر پورا وقت نہیں لگایا تو جتنا کم لگایا ہے اس مقدار کی تنخواہ اس کے لئے حرام ہے، اس کی تین صورتیں ہیں:

❶ اگر وقت میں کمی کی مقدار عرف عام کے مطابق ہو تو پوری تنخواہ حلال ہے۔

❷ اگر عرف عام سے زیادہ ہے لیکن مستاجر کی طرف سے بطیب خاطر اجازت ہو اور اس کی طیب خاطر متیقن ہو تو بھی پوری تنخواہ حلال ہے۔

❸ اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو کمی کی مقدار کے برابر تنخواہ حرام ہے لیکن چونکہ حلال و حرام مخلوط ہونے کا یقین ہے اس لئے پوری تنخواہ

میں سے کسی جزء کا استعمال بھی حلال نہیں۔ حلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقت سے زائد جتنی تنخواہ لی ہے وہ مستاجر کو واپس کرے تو بقیہ تنخواہ حلال ہو جائے گی۔

(۲۳) مہمان کی تواضع میں جلدی:

لوگوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی ان کے ہاں مہمان آتا ہے تو اسے کھلاتے پلاتے ہیں۔ میرے پاس جب کوئی مہمان آتا ہے تو میں بھی یہ کوشش کرتا ہوں کہ جلد سے جلد اس کی تواضع کروں اسی لئے کوئی نہ کوئی دین کی بات اس کے کان میں ڈال دیتا ہوں۔ اس کام میں جلدی کی وجوہ یہ ہیں:

❶ کار خیر جلدی سے جلدی کرنا چاہئے۔

❷ اگر ذرا تأخیر کرنے سے میں یا مہمان یا دونوں وطن چلے گئے تو کام رہ ہی جائے گا۔

❸ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا اہم کام اچانک پیش آجائے تو بھی یہ کھلانے پلانے کی خدمت تو رہ ہی جائے گی۔

غذائے قالب سے غذائے قلب کی اہمیت بہت زیادہ ہے پھر اگر کسی کو یہ غذاء ہضم ہو جاتی ہے تو وہ سدھر جاتا ہے بار بار آنے لگتا ہے اور جسے ہضم نہیں ہوتی وہ دوبارہ آتا ہی نہیں۔ میں نے یہ سبق حضرت یوسف علیہ السلام سے لیا ہے، آپ کے پاس دو قیدی اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے تو آپ نے پہلے انہیں توحید کی دعوت دی، اس کے بعد خوابوں کی تعبیر بتائی، ایسے ہی میرے پاس بھی کوئی کسی غرض سے بھی آتا ہے تو میں اسے تبلیغ کرتا ہوں۔

(۲۴) کسی کی موت کی خبر سننے پر دعاء:

میں جب کبھی اپنے کسی ہم عمر یا کم عمر کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر سنتا

ہوں تو اپنے نفس سے یوں خطاب کرتا ہوں کہ تو جواب تک زندہ ہے اس میں تیرا کیا استحقاق ہے؟ زندگی کے بقیہ لمحات کہیں استدراج تو نہیں پھر دعاء کرلیتا ہوں: ”یا اللہ! ان لمحات حیات کو استدراج نہ بنا بلکہ خدمات دینیہ اور اپنی رضا میں ترقی کا ذریعہ بنا۔“

(۲۵) عزم وہمت سے ہر مشکل آسان:

جوانی کی نیند مشہور ہے لیکن میں بھرپور جوانی میں بھی ذرا سی آواز سے بیدار ہوجاتا تھا بلکہ اگر کمرے کے دروازے یا کھڑکی کے سامنے سے بھی کوئی گزر جاتا تو میری آنکھ کھل جاتی۔ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت یہ بھی تھی کہ میں جتنی دیر کے لئے سونا اور جتنے بجے اٹھنا چاہتا تھا بالکل اتنے بجے از خود آنکھ کھل جاتی تھی کسی الارم کی قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی حتیٰ کہ بسا اوقات دس منٹ بھی مل جاتے تو میں اتنی دیر میں بھی سولیتا اور بیدار بھی ہوجاتا، بس اتنی سی دیر میں ہی سونے کا مقصد ”اعصابی سکون“ مکمّل طور پر حاصل ہوجاتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مشاغل بہت بڑھا دیئے ہر وقت ہماہمی اور شور وغل کا عالم پیدا ہوگیا تو مجھے سونے میں بہت مشکل پیش آئی۔ میں نے یہ عزم کرلیا کہ آیندہ کتنا ہی زیادہ شور کیوں نہ ہو میں اپنا سونے کا معمول اداء کر کے چھوڑوں گا، اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی متوجہ ہوئی کہ اس کے بعد سے میرے سونے کے جو اوقات ہیں ان میں کچھ بھی ہوتا رہے کتنا ہی زیادہ شور کیوں نہ ہو تو بھی میں بہت آرام سے اپنا سونے کا معمول اداء کرتا ہوں۔

(۲۶) فہم وتفہیم:

کسی اہم موضوع پر اجتماعی غور و فکر کرنے کو عام طور پر افہام و تفہیم کہتے ہیں، یہ غلط ہے اس لئے کہ ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں ”سمجھانا“ اس کا مطلب یہ

ہوا کہ جانبین میں سے ہر شخص دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے دوسرے کی بات سمجھنا نہیں چاہتا۔ ایسا مکالمہ شرعاً و عقلاً دونوں لحاظ سے ممنوع ہے۔ صحیح الفاظ ہیں ’’فہم و تفہیم‘‘ فہم کے معنی ’’سمجھنا‘‘ تفہیم کے معنی ’’سمجھانا‘‘۔ لفظ فہم کو مقدم رکھنا چاہیے اس لئے کہ کسی بات پر اجتماعی غور و فکر کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی بات دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کی بجائے اس کی بات سمجھنے کی زیادہ کوشش کرے۔ اس کے علاوہ اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اپنے تواضع کا اظہار ہے جو دوسرے کی مسرت کا ذریعہ ہے۔ اس طرح آپس میں انشراح صدر اور محبت سے بات ہوگی۔

(۲۷) بلاضرورت بولنا لغو ہے:

آج کل لوگ ایک دوسرے کے خیالات معلوم کرنے اور ان پر تبصرہ کرنے کے مشغلہ کو ’’تبادلۂ خیال‘‘ کہتے ہیں۔ اس میں کئی غلطیاں ہیں:

❶ لفظ تبادلہ غلط مشہور ہوگیا ہے، صحیح لفظ ’’مبادلہ‘‘ ہے۔

❷ خیال کے تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اپنا صحیح خیال دوسرے کو دے دیں اور دوسرے کا باطل خیال خود لے لیں، اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔

❸ لوگ جب کہیں فارغ ہوتے ہیں تو وقت گزارنے کے مشغلہ کے طور پر ایسے کام کرتے ہیں جن میں نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا، اسے لغو کہتے ہیں جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے حالات میں ان کی ایک صفت یہ بھی بیان فرماتے ہیں:

﴿والذین هم عن اللغو معرضون﴾ (۲۳-۳)

’’وہ لغویات سے بچتے ہیں۔‘‘

احادیث میں بھی زبان کی حفاظت کی بہت تاکید ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دین کے ارکان اور دوسرے

بہت سے احکام بتانے کے بعد ارشاد فرمایا: کیا اب تمہیں ان احکام کا لب لباب اور ان کا اہم ترین جزء نہ بتادوں؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ لی اور فرمایا:

﴿کف علیک ھذا﴾

”اسے اپنے قابو میں رکھو۔“

یعنی غلط جگہ استعمال نہ ہونے دو، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعجب سے پوچھنے لگے کہ یا رسول اللہ! کیا ان زبانی باتوں پر بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاذ! تمہیں تمہاری ماں گم کرے (کلمۂ تنبیہ ہے) قیامت کے دن زبانوں کی کھیتیوں کی وجہ سے لوگ اوندھے منہ جہنّم میں پھینکے جائیں گے (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے:

﴿من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاخر فلیقل خیرا اویسکت﴾ (متفق علیہ)

”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ بولے تو اچھی بات بولے اور اگر کوئی اچھی بات ذہن میں نہیں آتی تو خاموش رہے بولے ہی نہیں۔“

۲۸ طویل عمر ہونے پر دعاء:

میرے بھائیوں میں سے کسی کی بھی عمر چھہتر سال سے زیادہ نہیں ہوئی۔ میں اپنی عمر چھہتر سال ہونے سے پہلے اکثر سوچتا رہتا تھا کہ ابھی گئے ابھی گئے بلکہ یہ تصور تو قائم ہوگیا تھا تریسٹھ سال کی عمر ہی سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک سے زیادہ دنیا میں رہتے ہوئے شرم آنے لگی تھی لیکن چھہتر سال بھی پورے ہوگئے

تو اپنے نفس سے بار بار یوں خطاب کرتا ہوں کہ سب بھائی تو اس عمر میں رخصت ہوگئے تو جو اب تک زندہ ہے اس میں تیرا کیا استحقاق؟ پھر سوچتا ہوں کہ یہ استدراج ہے یا اللہ کی رحمت؟ پھر یہ دعاء بھی کرلیتا ہوں کہ یا اللہ! استدراج سے حفاظت فرما اور زندگی کے ہر آیندہ لمحہ کو گزشتہ سے بہتر بنا۔

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

۲۹ تفقہ فی الدین:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

﴿ویعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم﴾ (۲ - ۱۲۹)

اس میں جو پہلی بات ہے "کتاب کی تعلیم" اور تیسری بات "تزکیہ نفس" یہ دونوں باتیں تو ظاہر ہیں، درمیان کی بات "حکمت کی تعلیم" یہ حکمت کیا چیز ہے؟ اس کے لغوی معنی ہیں "روکنا" مطلب یہ کہ افراط و تفریط سے روکنا اور اعتدال پر مضبوط رہنا اس لئے اس کے دونوں معانی آتے ہیں: "روکنا اور اعتدال پر مضبوط رکھنا" اس پر ایک کلیہ بن گیا:

﴿وضع الشیء فی محله﴾

"کسی چیز کو اس کے مناسب موقع میں رکھنا۔"

جیسے ظلم کے معنی ہیں:

﴿وضع الشیء فی غیر محله﴾

"کسی چیز کو بے موقع رکھنا۔"

یہ جامع تفسیر ہے حکمت کی کہ ہر چیز کو اس کے موقع اور محل کے مناسب

رکھنا۔ اسی لئے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا:

﴿ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا﴾ (۲ - ۲۶۹)

اللہ تعالیٰ نے جسے حکمت دے دی اسے بہت بڑی بھلائی دے دی۔ کسی متقی اور متقن کی صحبت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں یہ بصیرت حاصل ہوتی ہے:

﴿یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا﴾

(۸-۲۹)

اسے تفقہ فی الدین بھی کہتے ہیں۔ جن لوگوں میں ایسی حکمت اور تفقہ نہیں ہوتا وہ اپنے زعم میں کئی کاموں کو دین سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ دین کے خلاف ہوتے ہیں، اس کی مثال: کسی شخص نے کہیں چنے کا دانا پایا وہ مالک تک پہنچانے کے لئے اعلان کررہا ہے کہ یہ کس کا ہے، ایسے شخص کے بارے میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اسے تعزیر لگائی جائے، وجہ یہی ہے کہ ایسا کرنا تفقہ فی الدین کے خلاف ہے دو وجہوں سے:

① ایسی معمولی چیز کے بارے میں یقین ہے کہ مالک کو اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوگی وہ چیز ملے نہ ملے، یہ ایسی چیز کو اٹھا کر اعلان کررہا ہے اپنا تقویٰ بگھار رہا ہے۔

② مالک کی تلاش میں جو وقت، مشقت اور مصارف خرچ کررہا ہے ان کی قیمت اس سے زیادہ ہے۔ اس پر میرے دو قصے:

① میں سفر میں بھی خلال اپنے ساتھ لے جاتا ہوں جنہیں رکھنے کے لئے ایک مخصوص قسم کی ڈبیہ ہے۔ ایک بار میں خلال کی ڈبیہ مکہ مکرمہ میں بھول آیا۔ وہاں سے میزبان کا خط آیا کہ آپ یہاں ڈبیہ بھول گئے ہیں ہم نے محفوظ رکھ لی ہے۔ میں نے انہیں لکھا کہ اسے محفوظ رکھنے پر آپ کی جو محنت وغیرہ ہوگی اس کی قیمت اس ڈبیہ سے زیادہ ہے؛ اس لئے آپ کے کام کی ہو تو استعمال کریں کام کی نہ ہو تو

پھینک دیں۔ اس کے باوجود چونکہ ان میں تفقہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے تورع اسی میں سمجھا کہ اسے محفوظ رکھا پھر بہت دنوں بعد یہاں آئے تو ساتھ لے آئے۔

② میں نے ایک عطار سے ایک دواء منگوائی وہ کچھ بچ گئی تو خیال آیا کہ یہ ضائع نہ جائے عطار کو واپس کردیتے ہیں، لیکن بعد میں خیال آیا کہ اگرچہ یہ عطار کے کام کی تو ہے مگر اتنی قیمتی نہیں کہ اس کی توجہ اس کی طرف ہو اور اس دواء کو وہاں پہنچانے کے لئے جو شخص جائے گا اس کا وقت، محنت اور پٹرول بھی خرچ ہوگا بالخصوص جبکہ یہاں سب دینی کاموں میں مصروف ہیں جن کا وقت بہت قیمتی ہے، دونوں کا تقابل کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ واپس بھیجنا جائز نہیں اگر یہیں کسی کے کام آجاتی ہے تو صحیح ہے ورنہ پھینک دی جائے۔

㉚ تنعم پر جہاد کو ترجیح:

ایک عقیدت مند نے پلاٹینم کی گھڑی خرید کر ہدیہ دینے کی درخواست کی حضرت اقدس نے اس کی قیمت دریافت فرمائی تو انہوں نے گیارہ لاکھ بتائی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اتنی رقم جہاد میں لگادیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جہاد میں تو لگاتا ہی رہتا ہوں، حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بھی جہاد ہی میں لگادیں۔

㉛ مستشار صالح ہونا ضروری ہے:

فرمایا: میں بعض اہم امور میں احباب سے مشورہ کرتا ہوں اور شرعًا و عقلاً یہ بات ثابت ہے کہ مستشار صالح ہونا چاہئے مگر صلحاء میں بھی فرق مراتب ہوتا ہے، اس لئے مستشیر کو خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہئے کہ کس کے مشورے پر عمل کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

"آپ ایسے لوگوں سے مشورہ کیجئے جو اللہ سے ڈرتے ہوں۔"

(شرح السنۃ للبغوی)

(مشورے کی اہمیت اور اس کی تفصیل حضرت اقدس کے وعظ "استشارہ و استخارہ" اور حضرت اقدس کے رسالے "اطاعت امیر" میں ملاحظہ فرمائیں۔ جامع)

(۳۲) اغنیاء کے ذریعہ مساکین کی مدد:

بہت سے تاجر اپنی تجارت میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں لیکن اپنی ضروریات کے خریدنے میں بالکل نابلد ہوتے ہیں، بالکل ناقص اور ناکارہ چیزیں بہت زیادہ قیمت میں خرید لیتے ہیں۔ اس میں منجانب اللہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اغنیاء سے مساکین کی مدد کرواتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ﴿لا يبيع حاضر لباد دعوا الناس يرزق اللّٰه بعضهم من بعض﴾ (صحیح مسلم)
>
> "کوئی شہری کسی دیہاتی کے لئے خرید و فروخت میں مدد نہ کرے، لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ان کے بعض کو بعض سے رزق پہنچاتے ہیں۔"

(۳۳) مہمان میزبان پر بوجھ نہ ڈالے:

عورتوں میں ایک بہت بڑا اور برا مرض یہ ہے کہ کہیں مہمان جاتی ہیں تو اہل خانہ سے کام میں تعاون نہیں کرتیں آرام سے بیٹھی رہتی ہیں، سارا بوجھ اہل خانہ پر ڈال دیتی ہیں۔ اگرچہ یہاں تک تو بات صحیح ہے کہ میزبان کو مہمان کا اکرام کرنا چاہئے ان سے کام نہ لیں لیکن مہمان کو بھی ایسا بے شرم نہیں بننا چاہئے کہ پورا بوجھ میزبان پر ڈال کر آرام سے بیٹھا رہے بالخصوص اگر میزبان کمزور، بوڑھے یا بیمار ہوں اور ایک ہی فرد ہو دوسرا کوئی کام کرنے والا نہ ہو ایسی صورت میں تو بہت ہی بے شرمی اور بے حیائی ہے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ! میری ایک بھتیجی میں یہ خوبی ہے، وہ

کبھی ہمارے ہاں آتی ہیں تو ان کا اصرار ہوتا ہے کہ گھر کا سارا کام وہ کریں گی جب ان کو اجازت نہیں دی جاتی تو کہتی ہیں مجھ سے تو خالی بیٹھا ہی نہیں جاتا بہت شرم آتی ہے۔ ایک بار میں نے کچھ زیادہ کہا کہ آپ بیٹھیں کام نہ کریں تو رو دیں اور بتایا کہ یہ صرف یہاں کی خصوصیت نہیں میں تو جہاں بھی جاتی ہوں اسی طرح کام کرتی ہوں۔

(۳۴) اسباب رزق کا ادب واحترام:

ضلع ملتان تحصیل خانیوال چک نمبر ۱۰۱ ۔ ۱۵ ایل جہاں میری ولادت ہوئی اس گاؤں میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نمبردار تھے، نمبرداری خود حاصل کی تھی تاکہ گاؤں کی فواحش و منکرات سے حفاظت کرسکیں۔ ایک تو پورے گاؤں پر رعب اس لئے کہ نمبردار تھے اور نمبرداری بھی ایسی کہ جس کی مثال نہیں ملتی، سرکاری افسر جو آتے تھے وہ بھی آپ سے بہت ڈرتے تھے۔ ایک بار ایک افسر دورے پر آیا، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت مسجد میں تھے، افسر نے وہاں پیغام بھیجا تو حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معمولات پورے کرنے کے بعد ذرا دیر سے پہنچے چونکہ اس افسر کو وہاں دیر تک ٹھہرنا نہیں تھا دوسری جگہ دورے پر جانا تھا اس لئے گھوڑے سے اترا نہیں گھوڑے کی پشت پر ہی سوار رہا۔ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جب تشریف لے گئے تو اس نے ذرا سخت لہجے سے کہا مولوی جی! یا مسجد رکھو یا نمبرداری، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کی پشت ہی سے گھسیٹ کر اسے نیچے پھینکا اور بہت مارا پھر اسے معطل بھی کروا دیا۔ ایسے رعب کے واقعات سب گاؤں والے دیکھتے ہی رہتے تھے اس کے علاوہ دین ودنیا ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطاء فرمایا تھا ان وجوہ کی بناء پر لوگوں پر آپ کا بہت رعب تھا۔

میں بچپن میں کھیلتا ہوا قریب میں لوہار کی دکان پر چلا گیا، گاؤں میں لوہار، بڑھئی، ماشکی وغیرہ یہ سب نمبردار کے تابع ہوتے ہیں، نمبردار جسے چاہے نکال دے جسے

چاہے رکھے۔ میں لوہار کی دکان پر چلا گیا چونکہ بہت چھوٹا بچہ تھا تقریباً پانچ چھ سال عمر تھی، سندان پر جاکر بیٹھ گیا۔ لوہار دور بیٹھا ہوا تھا اٹھ کر میرے پاس آیا اور بہت ڈرتے ہوئے بہت ہی لجاجت سے کہنے لگا: یہ ہمارے رزق کا ذریعہ ہے اس پر نہ بیٹھیں۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اتنے بلند مقام اور لوگوں پر اس قدر رعب و دبدبہ کی تفصیل میں نے اسی لئے بتائی کہ لوہار کو مجھے وہاں سے اٹھانے میں کس قدر ہمت کرنی پڑی ہوگی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اس کے دل میں ذریعہ معاش کی اتنی قدر تھی اور اس قدر احترام تھا کہ اتنے بڑے صاحب مقام کے بیٹے کو بھی بیٹھنے نہ دیا لیکن آج کل کے مولوی کے دل میں آلات علم دین کی اتنی قدر نہیں، آلات علم کا احترام نہیں کرتے۔ ذرا غور کیجئے کہ پانچ چھ سال کی عمر کا قصہ اب اسّی سال کی عمر تک بھی یاد ہے اور آخر دم تک کبھی بھی میں یہ سبق بھول نہیں سکتا، اس لئے کہ یہ سبق ہے ہی ایسا اہم کہ کبھی بھی اس کا نقش دل مٹ سے نہیں سکتا۔

(۳۵) آلات علم کا احترام:

حضرت اقدس علم اور آلات علم یعنی کاغذ، قلم، کتاب اور تپائی وغیرہ کے ادب و احترام کی بہت تاکید فرماتے ہیں، اس بارے میں ایک بار اپنے کچھ حالات یوں ارشاد فرمائے:

❶ ایک بار میں ایک بہت بڑے جامعہ میں گیا ہوا تھا کچھ دوسرے مفتی حضرات بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے کچھ تحقیقی کام ہو رہا تھا، اس دوران میں نے دیکھا کہ اس جامعہ کے صدر مفتی صاحب اور کچھ دوسرے مفتی حضرات بھی الماریوں میں سے کتابیں نکال نکال کر قالین پر ڈالتے جا رہے تھے، بجائے اس کے کہ کتابوں کو ادب کے ساتھ کسی تپائی وغیرہ پر رکھتے وہ پھینکنے کے انداز میں یونہی قالین پر ڈال رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت سخت تکلیف ہو رہی تھی لیکن اگر میں انہیں

اس وقت ٹوکتا تو ان کی سبکی ہوتی اس لئے میں اس وقت تو خاموش رہا بعد میں میں نے صدر مفتی صاحب کو انوار الرشید ہدیۃً بھیجی، اس میں جہاں آلات علم کے ادب و احترام کا ذکر ہے وہاں کاغذ رکھ دیا اور انہیں یہ لکھا کہ میں نے علم اور آلات علم کے بارے میں اس کتاب میں یہ یہ باتیں لکھی ہیں اگر آپ کے علم میں کوئی اور بات بھی ہو تو وہ مجھے بتادیں تاکہ میں اس میں اضافہ کردوں۔ ایسا کرنے سے مقصد انہیں تنبیہ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ذہن میں ایسی اچھی تدبیر ڈال دی، چونکہ وہ بھی بہرحال مفتی تھے سمجھ گئے ہوں گے کہ تنبیہ کی غرض سے ایسا کیا ہے۔

② میرے کمرے میں کپڑے لٹکانے کا بہت خوبصورت اور بہت عمدہ اسٹینڈ ہے جو صرف ایک یادگار کے طور پر رکھا ہوا ہے میں اس پر اپنا کوئی کپڑا بھی نہیں لٹکاتا چونکہ میز پر کچھ نہ کچھ کاغذات اور کتابیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اس لئے میں اسے آلات علم کی بے حرمتی سمجھتا ہوں کہ پہننے کے کپڑے آلات علم سے اونچائی پر رکھے جائیں (حالانکہ حضرت اقدس کا لباس انتہائی صاف ستھرا اور خوشبو سے معطر ہوتا ہے، آپ جس جگہ سے گزر جائیں دیر تک وہاں خوشبو مہکی رہتی ہے اس کے باوجود یہ احتیاط۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ جامع)

③ دن میں جس وقت طلبہ میرے کمرے کی صفائی کررہے ہوتے ہیں اس وقت میں اپنے کمرے میں ہی ہوتا ہوں، کمرے کی ایک جانب میں طلبہ صفائی کررہے ہوتے ہیں تو میں دوسری جانب میں کرسی پر بیٹھ کر مناجات مقبول پڑھتا ہوں پھر جب طلبہ صفائی کرتے ہوئے میرے قریب پہنچتے ہیں تو میں وہاں سے اٹھ کر مسہری کے قریب رکھے ہوئے صوفے پر جاکر بیٹھ جاتا ہوں، اس میں اس بات کا خیال رکھتا ہوں کہ صوفے کی وہ جانب جو مسہری کی پائنتی کی طرف ہے وہاں نہ بیٹھوں، اس لئے کہ یہ خلاف احترام ہے حالانکہ پائنتی کی جانب مجھے قریب پڑتی ہے اس کے باوجود دور جاکر بیٹھتا ہوں۔

④ میرا کنگھا جمعہ کے دن ایک مولوی صاحب صاف کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ہفتہ میں دو بار میں خود اسے گرم پانی سے دھوتا ہوں، کنگھا دھونے کے بعد چونکہ اسے خشک بھی کرنا ہوتا ہے اس لئے میں قریب رکھی ہوئی چارپائی کے سرہانے کی طرف کنگھا رکھتا ہوں پھر ہاتھ خشک کر کے کنگھا خشک کرتا ہوں۔ کنگھے کو پائنتی کی جانب اس لئے نہیں رکھتا کہ اسے سر اور ڈاڑھی میں استعمال کرتا ہوں۔ سر اور ڈاڑھی تو بہت محترم ہیں اس لئے یہ بات خلاف احترام ہے کہ اس کنگھے کو پائنتی پر رکھوں حالانکہ پائنتی قریب پڑتی ہے اس کے باوجود سرہانے کی جانب جاتا ہوں (یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت اقدس کے ہاں چارپائیاں اور ان پر بچھی ہوئی چادریں انتہائی صاف ستھری ہوتی ہیں۔ جامع)

㊱ دم گزر:

میں ایک مدرسہ میں گیا، مجلس میں بہت سے علماء کا مجمع تھا، کچھ فاصلے پر سب سے الگ تھلگ ایک ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر ایک نابینا قاری صاحب بیٹھے ہوئے تھے شاید وہ اس مدرسہ میں استاذ تھے وہ ہر تھوڑی دیر کے بعد بلند آواز سے کہتے ”دم گزر“ اس سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی۔ اگر کسی کو اس کا استحضار ہو جائے کہ یہ دنیا دم گزر ہے تو اس کی ہر پریشانی کا علاج ہو جائے آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی حیات طیبہ اور پر سکون زندگی نصیب ہو جائے ؎

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

(۳۷) اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھیں:

ایک دعاء ہے:

﴿ اللھم انی اسألک حسن ظن بک ﴾

"یا اللہ! میں تجھ سے تیرے ساتھ اچھا گمان مانگتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ملا کر یہ دعاء بھی مانگیں:

﴿ اللھم انجز وعدا انا عند ظن عبدی بی ﴾

"یا اللہ! تو اپنا یہ وعدہ پورا فرما کہ تو اپنے بندے سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔"

دونوں کو ملا کر سوچا کریں پھر اللہ سے زیادہ سے زیادہ اچھا گمان پیدا کرنے کی کوشش کیا کریں۔

(۳۸) نشتر کے بعد مرہم:

جب کسی کو کسی غلطی پر کچھ تنبیہ کریں تو اس کے بعد اس سے اعراض اور انقباض نہ رکھیں بلکہ اس کی تشجیع، وتطییب خاطر اور دلجوئی کے لئے بقدر مصلحت اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اعراض و انقباض رکھنے سے اس کے دل میں کدورت اور نفرت پیدا ہوگی جس سے صلاح کی بجائے فساد پیدا ہوگا، وہ بددل ہو کر اور زیادہ بگڑتا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسکی غلطی پر شرعی سزا دی۔ حاضرین میں سے کسی نے اس سے کہا:

"اللہ نے تجھے رسوا کیا۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس کے خلاف شیطان کی مددمت کرو۔“ (صحیح بخاری)

اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ بددل ہوجائے گا تو شیطان اس کے پیچھے لگ کر اسے اور زیادہ گمراہ کرے گا۔

(۳۹) خدمات دینیہ کے بارے میں ایک دعاء کا معمول:

اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم سے مجھ سے جو خدمات دینیہ لے رہے ہیں ان کے بارے میں اس دعاء کا معمول ہے:

> ”یا اللہ! جہد المقل کو قبول فرما، بضاعۃ مزجاۃ کو قبول فرما، چوہے اور چور سے حفاظت فرما، امانت میں خیانت سے حفاظت فرما، میرے لئے میرے والدین کے لئے اکابر کے لئے اساتذہ و مشایخ کے لئے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تاقیامت صدقۂ جاریہ بنا۔“

جامع عرض کرتا ہے:

حضرت اقدس کی اس دعاء میں درج ذیل قصوں اور مثالوں کی طرف اشارہ ہے جن کی وضاحت مختلف مواقع میں حضرت اقدس نے اس طرح ارشاد فرمائی:

❶ جہد المقل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ جہد المقل ہے۔ ”جہد“ کے معنی ”کوشش“ اور ”مقل“ کے معنی ”مسکین نادار“، کوئی شخص نادار ہے محنت مشقت کر کے کماتا ہے پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں نکالتا ہے تو یہ صدقہ بہت افضل ہے۔ یا اللہ! جہد المقل کا صدقہ، ہم تو نادار ہیں ہمارے پاس کچھ نہیں۔ اعمال کی نہ کمیت نہ کیفیت، ہم جو کچھ ٹوٹی پھوٹی کوشش کرتے ہیں تو اسے افضل طریقہ

سے قبول فرمالے۔

۲ بضاعۃ مزجاۃ:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب غلہ خریدنے گئے تو جاکر کہا:

﴿یایھا العزیز مسنا و اھلنا الضر وجئنا ببضاعۃ مرجتۃ فاوف لنا الکیل و تصدق علینا﴾ (۱۲ - ۸۸)

”اے عزیز ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دے دیجئے اور ہمیں خیرات سمجھ کر دے دیجئے۔“

مطلب یہ کہ ہم ناقص پونجی لے کر اناج خریدنے آئے ہیں مگر: فاوف لنا الکیل۔ ہمیں کیل پورا پورا دیں اور مزید یہ کہ: وتصدق علینا۔ یعنی بڑھا کر صدقہ بھی دیں۔ یا اللہ! بضاعۃ مزجاۃ کا صدقہ ہماری ناقص پونجی پر تو پورے پورے ثمرات عطاء فرمادے بلکہ اور بھی زیادہ سے زیادہ صدقہ عطاء فرمادے، اپنی رحمت کی بارش برسادے، اللّٰھم عاملنا بما انت اھلہ ولا تعاملنا بما نحن اھلہ ؎

منگر اندرما مکن باما نظر
اندر اکرام و سخائے خود نگر

”ہماری حالت کو نہ دیکھ اپنی شان کرم کو دیکھ۔“

۳ چوہے اور چور کی مثال:

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نفس و شیطان کے شر سے بچنے اور ان کے فریب سے ہوشیار رہنے کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی مثال: ایک بار ایک چور کسی کے گھر میں رات کے وقت گھس گیا، مالک کی آنکھ کھل گئی، اس نے چقماق جلا کر دیکھنے کی کوشش کی، پہلے زمانے میں روشنی کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ چقماق سے روئی میں آگ لگاتے تھے، چقماق سے روئی میں آگ لگ جاتی تو روشنی ہوجاتی، مالک نے اس طرح روشنی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن چور اس کے سرہانے بیٹھ گیا جو چنگاری چقماق سے نکل کر روئی پر گرتی اسے فورًا ہاتھ سے مسل دیتا جس کی وجہ سے روئی میں آگ نہ لگی، مالک پر نیند کا غلبہ تھا ہی، جب ایک دو بار کوشش سے روشنی نہ ہوئی تو چھوڑ کر دوبارہ سوگیا، چور اس ہوشیاری اور مکاری سے پورے گھر کا صفایا کرگیا۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں:

> ”ہمارے پاس دینی نعمتیں بہت زیادہ ہیں، سارے گناہ بھی چھوٹ گئے، عبادات بھی بہت ہیں اور متعدی خدمات بھی بہت ہورہی ہیں، جنت کا مکمل سامان ہوچکا ہے، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں۔“

اپنے خیال میں بہت خوش ہورہے ہیں لیکن خدانخواستہ کوئی چور چھپ چھپ کر سارے مال کا صفایا کرگیا ہو اور آپ کو خبر بھی نہ ہو تو آخرت میں کیا بنے گا؟

اعمال صالحہ کے چور:

وہ چور کون ہیں؟ نفس اور شیطان، جب بھی ان کی طرف سے دل میں یہ خیال آنے لگے کہ ہم بڑے متقی، پرہیزگار اور کامل ہیں تو ایک دم سارا کیا کرایا ضائع ہوگیا، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹ کر اپنے کمال پر نظر گئی تو بجائے جنت کے سامان کے جہنم کا سامان بن گیا، ساری عمر گناہ چھوڑنے کی مشقت بھی برداشت کی، عبادات میں وقت صرف کیا لیکن پھر بھی جنت ہاتھ نہ آئی، اس کی بجائے جہنم کی

دہکتی ہوئی آگ، کتنی بڑی محرومی کی بات ہے۔

دوسری مثال: ایک شخص نے بہت سا اناج اپنی کوٹھیوں میں بھر کر رکھ لیا کہ جب اناج کی قلت ہوگی تو نکال لیں گے، اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہا ہے کہ میرے پاس تو کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، لیکن جب اناج کی ضرورت پیش آئی کوٹھیوں کو کھولا تو ایک دانہ بھی نظر نہ آیا، سارا اناج چوہے نکال کر لے جا چکے تھے۔ ایسے موقع پر وہ شخص کتنا پریشان ہوگا۔

یہ مثال بھی حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس تو جنت کے سامان کے انبار لگے ہوئے ہیں، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، نجی عبادات بھی بہت ہیں اور دوسروں تک دین پہنچانے کی خدمات بھی بہت، دین کی بہت زیادہ خدمت ہو رہی ہے اپنے طور پر بھی گناہ چھوٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روک رہے ہیں، اپنے خیال میں بہت ہی خوش ہو رہے ہیں کہ ہم تو اب بالکل جنت کے مستحق بن گئے، ہمارے پاس تو خزانوں کے خزانے ہیں۔

لیکن جب خزانہ کھولنے کا وقت آیا، کب؟ کل قیامت کے روز خزانہ کھولنے کا وقت آئے گا، جب تمام اعمال پیش کئے جائیں گے، حساب و کتاب کا وقت سامنے آئے گا، اس روز اگر خدانخواستہ اپنے خزانے میں سے ایک دانہ کے برابر بھی کچھ نہ نکلا، نفس و شیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا ہو تو کیا بنے گا؟ کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا؟

نفس و شیطان کے چوہے خزانوں پر کس طرح حملہ کرتے ہیں؟ دل میں جہاں یہ خیال آیا کہ سب کچھ میرا کمال ہے اور میرے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو نفس و شیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا۔

مولانا شبیر علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قصہ بتایا کہ انہوں نے ایک بار بہت سی شکر کسی جگہ جمع کر کے بند کردی، بوقت ضرورت کھول کر دیکھا تو شکر بالکل غائب تلے میں سیاہ تہ نظر آئی، غور سے دیکھا تو چیونٹوں کی فوج جو شکر کے خزانے کو منتقل کرچکی تھی یا ہضم کرچکی تھی۔

۴ امانت میں خیانت:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کسی بھنگی چمار کو اپنے خزانے کا خازن بنادیا ہو اور وہ اس خزانے کو اپنا سمجھنے لگے تو ایسے شخص کو بادشاہ موت کی سزا دے گا کہ اس نے تو اسے امین سمجھ کر خازن بنایا تھا اور اس بھنگی پر اتنا بڑا احسان کیا مگر یہ ایسا نالائق اور اتنا بڑا خائن نکلا کہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے۔ اگر بادشاہ ایسے نالائق اور خائن کو موت کی سزا نہ دے تو کم سے کم معطل تو کر ہی دے گا۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر یوں سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں خواہ وہ دنیوی نعمتیں ہوں یا دینی، پھر دینی نعمتوں میں سے علمی نعمتیں ہوں یا عملی، اپنی ذات کے لئے ہوں یا دوسروں تک علم و عمل پہنچانے کی نعمت ہو، دوسروں کو نیک بنانے کی کوشش ہو ان تمام نعمتوں کے بارے میں اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں میں خیانت ہے۔ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں، دنیا میں جس سے اللہ تعالیٰ کوئی کام لے رہے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خازن ہے، خزانہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کی معرفت دوسروں میں تقسیم کروا رہے ہیں، بادشاہ کے خزانے میں جو کوئی خیانت کرے گا، اسے اپنا سمجھے گا تو یہ تو ممکن ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کو پتا نہ چلے کہ اس کا خازن خزانہ پر اپنا دعویٰ کررہا ہے یا چھپ چھپ کر چوری کررہا ہے یا بادشاہ کو مروا ڈالے اور خزانوں کو غصب کرلے، مگر اللہ تعالیٰ کے علم

میں کوئی نقص نہیں، ان کی قدرت میں کوئی نقص نہیں، انہیں تو دلوں کے حالات کا بھی علم ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے خارج نہیں اس کا وبال اس پر یہ پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے معطّل کردیں گے اور تمام نعمتوں سے اسے محروم کردیں گے کہ اس نالائق کو تو بنایا تھا اپنے خزانے کا خازن اور یہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے کتنا بڑا خائن ہے۔ پھر دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

⑳ اختلاف کی قسمیں اور شرائط:

اختلاف کی تین قسمیں ہیں:

1. فریقین کا نقطۂ نظر رضائے الٰہی ہو، ہر شخص یہ خیال کرے کہ جو میں کہتا ہوں اس میں دین کا فائدہ ہے اور فریق مخالف کا جو نظریہ ہے اس میں دین کا ضرر ہے۔ اس صورت میں جانبین پر یہ اختلاف فرض ہوتا ہے جس میں جانبین کو ثواب ملتا ہے، اگر یہ اختلاف کو چھوڑ دیں تو گناہ گار ہوں گے۔
2. جانب واحد کا مقصد رضائے الٰہی ہو اور دوسری جانب صرف اتباع ہوی کی خاطر اختلاف کررہی ہو، مثلاً ایک شخص دوسرے کو نماز کی تلقین کرتا ہے اور منکرات سے روکتا ہے نہ رکنے کی صورت میں اس سے اختلاف کرتا ہے اور دوسرا شخص صرف اس لئے اس کا مخالف ہے کہ یہ اسے منکرات سے کیوں روکتا ہے تو پہلے شخص پر یہ اختلاف واجب ہے اور دوسرے پر حرام۔
3. دونوں خواہشات نفسانیہ کی بناء پر اختلاف کررہے ہوں۔ یہ اختلاف جانبین کے لئے حرام ہے اور اس کا ترک واجب ہے۔

اختلاف میں ان شرائط کا لحاظ رکھا جائے:

1. اختلاف کے محمود ہونے کی شرط اول یہ ہے کہ اس کا منشأ رضائے الٰہی ہو۔
2. دوسری شرط یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے کا نظریہ بداہت کے خلاف نہ ہو۔

مثلاً کوئی شخص اونٹ کو بکری کہنے لگے اور یہ کہے کہ میری تحقیق یہی ہے، میں اپنی دیانت و اخلاص سے یہی سمجھتا ہوں، اس کے باوجود اس اختلاف کو محمود نہیں کہا جاسکتا بلکہ مذموم ہے۔

❸ جواز اختلاف کی تیسری شرط یہ ہے کہ اختلاف کرتے وقت الاھم فالاھم کا خیال رکھا جائے، کسی بڑے فتنے کو دبانے کے لئے ادنی اختلافات کو چھوڑ کر متحد ہوجانا ضروری ہے۔

❹ چوتھی شرط یہ ہے کہ اختلاف کسی کی ذات سے نہیں ہونا چاہئے صرف نظریہ سے ہونا چاہئے۔

❺ اگر مخالف کے نظریہ سے دین کا کوئی نقصان نہ ہو تو اس کا تحمل کرنا چاہئے تقریرًا یا تحریرًا رد کرنے سے احتراز کیا جائے۔

❻ اگر اس سے کوئی دینی نقصان ہو تو اس پر رد کرنے سے پہلے اس پر غور کیا جائے کہ اس اختلاف کی اشاعت سے جو نتائج پیدا ہوں گے کہیں ان میں دین کا زیادہ نقصان تو نہیں ہوگا، اگر زیادہ نقصان کا ظن غالب ہو تو بھی اھون البلیتین کے تحت سکوت اختیار کیا جائے۔

❼ اگر سکوت میں زیادہ دینی ضرر ہو تو اختلاف کی اشاعت حدود شرع کے اندر کی جائے۔

❽ جب تک اختلاف کا موقع موجود رہے اس کی اشاعت کو اسی وقت تک محدود رکھا جائے، موقع گزر جانے کے بعد اس کا کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔

(۴۱) حج اور عمرہ کرنے والوں کو نصیحت:

حج اور عمرہ پر جانے سے پہلے نیت خالص کریں، اخلاص نیت کی اہمیت اور قبول عمل کا مدار و معیار ہونے کا بیان قرآن، حدیث، عقل اور دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿واخلصوا دینهم للّٰه﴾ (۴ - ۱۴۶)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿مخلصین له الدین حنفاء﴾ (۹۸ - ۵)

اور صحیح بخاری کی پہلی حدیث ہے کہ اعمال کے قبول ہونے نہ ہونے کا مدار نیت پر ہے۔ عقلی لحاظ سے بھی بالکل واضح ہے کوئی کسی سے کوئی تعلق رکھے اور اس کی کتنی ہی زیادہ خدمت کرے کتنے ہی بڑے بڑے احسان کرے لیکن نیت میں فساد ہو تو کوئی احمق سے احمق بھی اس کے اس عمل کو صحیح نہیں سمجھے گا بلکہ نفاق قرار دے گا۔ صحیح نیت میں یہ بھی داخل ہے کہ دین کا جو کام بھی کرے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرے اگر اس کے طریقے کے مطابق نہیں کرتا تو وہ اخلاص نہیں اس لئے کہ اللہ کے لئے کرتا تو اس کے حکم کے مطابق کرتا۔ جو لوگ اللہ کے حکم کے مطابق نہیں کرتے یہ اللہ کی عبادت نہیں کر رہے شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ سوچئے! اللہ کے لئے اخلاص نیت کہاں رہا؟ نیت اللہ کے لئے خالص کریں اور اس میں ہر قسم کے فساد سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔

فساد نیت کی قسمیں:

① نام و نمود، بہت سے لوگ حج یا عمرہ کے لئے نام و نمود کی نیت سے جاتے ہیں پھر اسی لئے اسے خوب اچھالتے ہیں۔

② کئی لوگ محض سیر و تفریح کی نیت سے جاتے ہیں۔

③ بہت سے لوگ اس نیت سے جاتے ہیں کہ وہاں کی برکت سے اور وہاں جا کر دعائیں مانگنے سے دنیوی حاجات پوری ہو جائیں گی۔ اس بارے میں یہ بات خوب سمجھ لیں کہ ترک منکرات کی بجائے دوسرے طریقے اختیار کرنے سے اگر بظاہر مقصد پورا ہو بھی جائے تو درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے استدراج

ہوتا ہے۔

❹ بہت سے لوگ اس نیت اور عقیدہ سے جاتے ہیں کہ وہاں جاکر گناہوں کی مغفرت ہوجائے گی، گناہوں کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ وہاں جاکر اور زیادہ گناہ کرتے ہیں۔

❺ کئی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں جاکر گناہوں کو چھوڑنے کی کوشش، استغفار اور صحیح مسلمان بننے کی دعاء کے بغیر ہی خود بخود گناہ چھوٹ جائیں گے۔

❻ حج و عمرہ کے افعال میں بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمودہ طریقوں کی مخالفت کرتے ہیں یہ بھی فسادنیت میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نیت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ پہلے بتاچکا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص نیت کا معیار یہ ہے کہ فسادنیت کی ان سب قسموں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کا اہتمام کریں، بس یہ کوشش رہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب نافرمانیوں سے توبہ کریں اس کے سچے بندے اور پکے مسلمان بن جائیں۔

㊷ بوقت طعام کراہت سلام واستحباب کلام کی وجہ:

کھانا کھانے والے کو سلام کہنا مکروہ ہے اور کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا مکروہ ہے آپس میں باتیں کرنا مستحب ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ سلام کا جواب جلدی دینے کا تقاضا ہوتا ہے اور شاید منہ میں لقمہ ہونے کی وجہ سے جواب دینا مشکل ہو اس لئے کھانا کھانے والے کو سلام کہنا مکروہ ہے۔ جلدی جواب دینے کا تقاضا ہونے کی تین وجوہ ہیں:

❶ سلام کا جواب دینا واجب ہے اس لئے ادائے واجب میں تأخیر ناگوار ہوتی ہے۔

❷ سلام کہنے والا جواب کا منتظر ہوتا ہے بصورت تأخیر اس کی ناگواری کا اندیشہ ہے۔

❸ سلام کہنا وجود محبت کی دلیل ہے اور مزید محبت بڑھانے کا نسخہ، جواب میں تأخیر

بظاہر عدم محبت کی دلیل اور محبت بڑھانے کے نسخہ سے اعراض ہے۔

بوقت طعام باہم گفتگو کے استحباب کی وجوہ یہ ہیں:

❶ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ کھانا کھاتے وقت بالکل خاموش رہنا مجوس کا مذہب ہے ان سے مشابہت سے بچنے کے لئے کچھ گفتگو جاری رہنی چاہئے۔ لیکن کراہت کی یہ علّت عام ممالک میں تو نہیں پائی جاتی عام ممالک میں مجوس کا علم نہیں کہ کہاں ہیں اور نہ ہی اس بارے میں ان کے مذہب کا علم ہے کہ ان کے ہاں کھانا کھاتے وقت خاموش رہنا واجب یا مستحب ہے۔

❷ کھانا کھاتے وقت احباب کا آپس میں تفریحی باتیں کرنے سے باہم توارد، تحابب اور انبساط میں ترقی ہوتی ہے جو دین و دنیا دونوں میں نافع ہے۔

❸ کھانا کھاتے وقت محبت اور تفریح کی باتیں کرنے سے نظام ہضم پر خوشگوار اثر پڑتا ہے جو دین و دنیا دونوں میں نافع ہے، بالخصوص وہ علماء جو مباحث دینیہ میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور انہیں باہم تفریحی گفتگو کی فرصت ہی نہیں ملتی ان کے لئے کھانے کا وقت بہت اچھا موقع ہے، ان حضرات کے لئے باہم تفریحی باتوں سے دل و دماغ کو تازہ کرنا پھر اس انشراح اور قوت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے اس لئے ان کے لئے بوقت طعام کچھ دل لگی اور تفریح کی باتیں کرنے کا استحباب اور زیادہ ثابت ہوجاتا ہے۔

④③ بوقت طعام قوانین شریعت کی گفتگو مکروہ ہے:

کھانا کھاتے وقت تفریحی باتیں کرنا تو مستحب ہے لیکن قوانین شریعت جیسی غور طلب باتیں کرنا مکروہ ہے، اس کی دو وجوہ ہیں:

❶ قانون شریعت کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ پوری توجہ ادھر دی جائے اور کھانے کی نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ پوری توجہ اس کی طرف رکھی جائے۔ حضرت حکیم الامۃ

رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کھانا ایسی رغبت سے کھاؤ کہ گویا آج ہی ملا ہے۔"

کھانا کھاتے وقت اگر مسائل شرعیہ کی باتیں کریں گے تو دونوں مقاصد میں تعارض ہو جائے گا دونوں میں سے کسی ایک کی بلکہ دونوں کی حق تلفی ہوگی۔

② کھانا کھاتے وقت کسی چیز میں غور و فکر کرنے سے نظام ہضم پر برا اثر پڑتا ہے جس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔

(۴۴) کھانے کو اپنی نشست کے برابر رکھنا چاہئے:

کھانا کھاتے وقت کھانے والا کھانے کو اپنی نشست کے برابر رکھے۔ نشست سے اوپر یا نیچے نہ ہو۔ بعض علاقوں میں یہ دستور ہو گیا ہے کہ کھانا کھانے والے گدوں پر بیٹھتے ہیں اور کھانا نیچے رکھتے ہیں اور بے دین لوگوں میں یہ طریقہ تو عام ہے کہ کھانے کو اپنی نشست سے اوپر رکھتے ہیں خود کرسی پر اور کھانا میز پر یا خود فرش پر اور کھانا تپائی پر، یہ دونوں طریقے صحیح نہیں، کھانے کو اپنی نشست سے اوپر یا نیچے رکھنا غلط ہے۔ کھانا نیچے رکھنے میں تو یہ قباحت ہے کہ کھانے کی بے حرمتی ہوتی ہے آداب طعام کے خلاف ہے، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی کھانا چارپائی کی پائنتی کی طرف رکھ کر کھایا ہو۔"

اور کھانے کو اپنی نشست سے اوپر رکھنے میں اس کا اظہار ہے کہ یہ کھانے کا محتاج نہیں کھانا اس کا محتاج ہے یہ خود کھانے کی طرف جھکنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اسی لئے خود جھکنے کی بجائے کھانے کو اوپر رکھ کر کھانا متکبرین کا شعار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اکل کما یأکل العبد﴾ (بیہقی، ابن عدی)

”میں غلام کی طرح کھاتا ہوں۔“

㊺ دعاء میں رفع یدین کے مواقع:

عام قاعدہ تو یہ ہے کہ بوقت دعاء رفع یدین مستحب ہے لیکن یہ قاعدہ عمومی حالات کے لئے ہے جہاں مواضع مخصوصہ کے لئے الفاظ مخصوصہ وارد ہوئے ہوں وہاں رفع یدین مستحب نہیں، مواضع مخصوصہ کے لئے الفاظ مخصوصہ کی چند مثالیں یہ ہیں:

❶ فرض نمازوں کے بعد ادعیہ مأثورہ
❷ اذان کے بعد کی دعاء
❸ سونے سے پہلے اور بعد کی دعاء
❹ چاند دیکھنے کی دعاء
❺ پہلی کا چاند دیکھنے کی دعاء
❻ نماز کے شروع کی دعاء
❼ روزہ کے افطار کی دعاء
❽ احرام کے وقت کی دعاء
❾ احرام کے بعد مسلسل تلبیہ
❿ دخول حرم کی دعاء
⓫ دخول مکہ کی دعاء
⓬ حج اور عمرہ میں ہر موقع پر جہاں دعاء کے الفاظ مأثور ہیں
⓭ صبح و شام کی دعائیں
⓮ کھانے سے پہلے بسم اللہ جو کہ دعاء ہے پھر کھانے کے بعد کی دعاء
⓯ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور پینے کے بعد کی دعاء
⓰ دودھ پینے سے پہلے بسم اللہ اور بعد کی دعاء

⑰ سفر کی ابتداء اور انتہاء کی دعائیں
⑱ گھر سے باہر نکلنے اور گھر میں داخل ہونے کی دعائیں
⑲ میت کو قبر میں رکھنے کی دعاء
⑳ سواری پر سوار ہونے کی دعاء

اسی قاعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنے کسی مقصد کے لئے دعاء کی درخواست کرے تو یہ موقع بھی متعیّن ہے اور دعاء کے الفاظ اگرچہ پورے طور پر متعیّن نہیں لیکن اتنی تعیین تو ہے ہی کہ مقصد کے مطابق الفاظ کہے جائیں گے اس لئے اس موقع پر بھی بوقت دعاء رفع یدین مستحب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایسے موقع پر عموماً یہی دستور تھا کہ ہاتھ اٹھائے بغیر درخواست کرنے والے کے مقصد کے مطابق بلند آواز سے اسے سنا کر کچھ کلمات فرما دیتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں گھوڑے پر ثابت نہیں رہ سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا:

﴿اللھم ثبته واجعله ھادیا مھدیا﴾

اس لئے اکابر کا بھی یہی دستور چلا آتا ہے کہ دعاء کی درخواست کرنے والے کے مقصد کے بارے میں ہاتھ اٹھائے بغیر بلند آواز سے دعائیہ کلمات کہہ دیتے ہیں۔

㊻ بڑوں کے احوال واقوال سے سبق حاصل کریں:

مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس کے میزبان اور ان کے بچے آپ کی بہت خدمت کرتے تھے آپ ان سے فرمایا کرتے تھے:

﴿اکرموا الضیف المرتحل﴾

”کوچ کر جانے والے مہمان کا اکرام کرو۔“

پھر اس کی یوں تشریح فرماتے تھے کہ میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، چند

روزہ مہمان ہوں، اس وقت کو غنیمت سمجھ کر ایسے مہمان کا خوب اکرام کریں، اس سے یہ مقصود نہیں کہ کھلانے پلانے اور خدمت میں اور زیادہ اکرام کریں وہ تو ضرورت سے بھی زیادہ ہو ہی رہا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ میرے احوال و اقوال سے سبق حاصل کر کے کچھ بننے کی کوشش کریں۔

(٤٧) مسافر خانے اور گھر کی حقیقت:

ایک بار حضرت اقدس عمرہ سے واپس تشریف لائے تو مکہ مکرمہ سے آپ کے میزبان نے بخیریت پہنچنے کی خبر معلوم کرنے کے لئے خط لکھا (ان کی محبت کی ایک عجیب حالت یہ تھی کہ حضرت اقدس کے وہاں سے روانہ ہونے سے اتنے دن پہلے ہی خط لکھ دیتے کہ حضرت اقدس کے کراچی پہنچنے سے پہلے ان کا خط پہنچ جاتا تھا) حضرت اقدس نے ان کو جواب میں لکھا کہ بحمداللہ تعالیٰ میں ناظم آباد کے مسافر خانے میں بخیریت پہنچ کر منتظر وطن بیٹھا ہوں۔ پھر ان کا خط آیا کہ ہم سب گھر والے بہت تعجب کرتے رہے کہ حضرت اقدس مسافر خانے میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں اپنے گھر کیوں تشریف نہیں لے گئے، کافی دیر غور کرنے کے بعد مسافر خانے اور گھر کی حقیقت سمجھ میں آئی۔

(٤٨) بازار آخرت ہر وقت کھلا ہے:

کام کے بارے میں بفضل اللہ تعالیٰ میرا حال یہ ہے کہ کسی حال میں، کسی وقت میں، کسی دن میں کام بند نہیں ہوتا اور نہ کبھی ایسا ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اتنا کام، اتنا کام، اتنا کام کہ مت پوچھیں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ دنیا کے کاموں میں انسان کو اختیار نہیں کہ ناغہ نہ ہونے دے، مثلاً عید کے دنوں میں دکان چلانا بھی چاہیں تو گاہک ہی نہیں آتا یا کارخانہ بنایا اگر مزدور نہیں آتے تو کام کیسے ہو یا کبھی یوں بھی

ہوتا ہے کہ لٹھ بردار لوگ جبرًا دوکان بند کروا دیتے ہیں، دکان کھولنا بھی چاہیں تو بھی بند کرنے پر مجبور ہیں، لیکن آخرت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، یہاں تو حال یہ ہے کہ عید کے دن بھی بہت کام کرتا ہوں عید تو دل کو مچلاتی ہے کہ جس محبوب کی طرف سے یہ خوشی ملی ہے اس کا شکر اداء کرو، میں دارالافتاء کے عملہ کو بھی عید کے دن اور رات میں کام میں لگائے رکھتا ہوں ۔

مکتب عشق کا دنیا سے نرالا دستور
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد رہا

یہ تو مولیٰ کا کرم ہے کہ وہ معمولی کاموں پر بڑے بڑے انعامات اور تمغوں سے نوازتا ہے جب اس کے ساتھ محبت کا تعلّق قائم ہوجاتا ہے تو پھر کام میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی اور دل ہر وقت سرور سے بھرا رہتا ہے کہ میرا مالک مجھے ہر وقت اپنے کاموں میں مشغول رکھتا ہے کسی وقت بھی فارغ نہیں بیٹھنے دیتا، یہ میرے اللہ کا مجھ پر بہت بڑا کرم ہے اس کی دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

یا اللہ! تو اپنے اس کرم عظیم کے صدقہ سے ہماری ان ٹوٹی پھوٹی خدمات کو قبول فرما۔

اگر کسی کے سامنے حسب خواہش کوئی دینی کام نہ ہو تو اللہ تعالیٰ دین کی جو خدمت بھی میسر فرمادیں اسی کو بہت بڑی نعمت سمجھ کر اس میں مشغول ہوجانا چاہئے، خدانخواستہ کچھ بھی نہ ہو تو ذکر و نوافل میں مشغول ہوجائے، اس کا بازار بند نہیں حتی کہ کسی وجہ سے ذکر و تلاوت نہیں کرسکتا، نوافل نہیں پڑھ سکتا تو دل کو مولیٰ کی طرف متوجہ رکھے محبت کا تعلّق قائم ہوگیا۔

جو شخص بھی آخرت کا کاروبار اختیار کرلے گا دنیا کا کوئی واقعہ یا حادثہ اس کے کاروبار کو بند نہیں کرسکتا اسے کبھی خسارہ نہیں ہوگا بلکہ وہ تو ہر لمحہ ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے گا، اس کے برعکس دنیا کی تو بڑی سے بڑی تجارتوں میں بھی

خسارے ہوتے رہتے ہیں اور لوگ ہر وقت خسارے سے بچنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ آخرت کے خسارے سے بچنے کی کوئی فکر نہیں، جب موت کے وقت اس اتنے بڑے خسارے کو دیکھیں گے تو سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

(49) دین سے غفلت کی تین صورتیں:

❶ سب سے زیادہ خطرناک اور دین و دنیا کو تباہ کرنے والی وہ غفلت ہے کہ انسان کو کسی قسم کی بھی کوئی فکر ہی نہ ہو اس لئے جب اللہ کے قوانین کے مطابق عمل کرنے کی ہی فکر نہیں تو قوانین کا علم حاصل کرنے کی فکر کیونکر ہوگی۔

❷ قوانین کا علم تو حاصل کرلیتے ہیں مگر ان کے مطابق عمل نہیں کرتے اور اس میں اس قدر غفلت کا شکار ہیں کہ انہیں اللہ کے قوانین کے خلاف کوئی عمل کرتے ہوئے عین وقت پر بھی اس کا ہوش نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کے قانون کے خلاف کررہے ہیں دوسرے معنی میں یہ کہہ لیں کہ قوانین کا علم تو ہے لیکن وقت پر استحضار نہیں رہتا۔ آج کل اکثر مولویوں کی حالت یہی ہے جیسے اپنے گھروں میں شریعت کے مطابق پردہ نہیں کرواتے، تصویر کی حرمت، ٹی وی کی لعنت، حرام خوروں کی دعوتیں قبول کرنا وغیرہ بہت سے ایسے کبائر ہیں جن کا اس قسم کے مولویوں کو علم ہے مگر یہ ایسے کبائر میں مرتکب ہیں اور ایسی بے اعتنائی کہ گویا انہیں علم ہی نہیں ایسا مکمّل ذھول ہوتا ہے کہ علم اور جہل برابر۔ اس مرض کی بنیادی خرابی یہ معلوم ہوتی ہے کہ علم حاصل کرتے وقت ہی عمل کی نیت نہیں ہوتی تحصیل علم سے رضائے الٰہی مقصود نہیں کچھ دوسرے مقاصد سامنے ہوتے ہیں۔

❸ اللہ کے قوانین کا علم بھی حاصل کرلیتے ہیں اور وقت پر ان کا استحضار بھی ہوجاتا ہے اس کے باوجود کبھی کبھار نفس و شیطان کے بہکانے اور عوارض بشریہ کی وجہ سے

کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں لیکن عین ابتلاء کے وقت بھی انہیں اس گناہ کے صدور کا استحضار ہوتا ہے مگر وہ مغلوب ہوکر گناہ میں مشغول ہوجاتے ہیں اور حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کا دل لرزاں و ترساں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے گناہ کی لذت کو کرکرا کردیتا ہے۔ یہ حالت غفلت کی تینوں حالتوں میں سے اھون ہے اس لئے کہ عین وقت پر بھی اس کے قلب پر ندامت سوار ہوتی ہے بلکہ ندامت کے ساتھ قلب سے استغفار بھی کرتا رہتا ہے اس کی ہدایت کی توقع غالب ہوتی ہے۔

㊿ ضعیف اور مریض کی حوصلہ افزائی:

عام طور پر یہ دستور ہوگیا ہے کہ کسی مریض یا معمر کو زیادہ دنوں کے بعد دیکھنے والے اسے کہہ دیتے ہیں کہ آپ بہت کمزور ہوگئے ہیں۔ یہ کہنا صحیح نہیں، اس سے سننے والے پر نفسیاتی اثر پڑتا ہے جس سے اس کی صحت متأثر ہوتی ہے۔ اگر مریض خود اپنی کمزوری یا کوئی تکلیف ظاہر کرے یا کوئی دوسرا مجلس میں مریض کے سامنے ایسی بات کہے تو اس صورت میں بھی مریض سے تسلی کے کلمات کہنے چاہئیں، مثلاً:

❶ ماشاء اللہ! آپ کی صحت بہتر معلوم ہوتی ہے۔ اگر واقعۃً بہتر نہ بھی ہو تو اس میں یہ تأویل کی جاسکتی ہے کہ بہتر اور خراب کے درمیان کئی درجات ہیں، انسان جس حالت میں بھی ہو اس سے بھی زیادہ خراب حالات ہوتے ہیں، اس نیت سے ہر حالت کو اس سے کمتر حالت کی بنسبت بہتر کہا جاسکتا ہے۔

❷ اگر مریض پر اپنی تکلیف کا کچھ زیادہ ہی اثر ہو اور بہتر بتانے کی صورت میں یہ خطرہ ہو کہ وہ اسے صرف ظاہری تسلی سمجھے گا تو ایسی صورت میں یوں کہا جائے کہ دنیا میں تکلیفیں تو بڑی سے بڑی ہیں، بیماریاں بڑی سے بڑی ہیں ان کی بنسبت یہ حالت بہتر ہے اس لئے یہ مقام شکر ہے اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب انسان پر کوئی مصیبت آئے تو اس پر تین شکر واجب ہیں:

① الحمدللہ! یہ مصیبت دنیوی ہے دینی نہیں، دین کو نقصان نہیں پہنچا۔

② الحمدللہ! چھوٹی مصیبت ہے بڑی مصیبت نہیں۔

③ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر صبر کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔

❸ تکلیف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے اجر کے وعدے ہیں۔

❹ یہاں کی تکلیفیں عارضی ہیں یہ دنیا تو رہ گزر ہے یہاں کی تکلیف کی بجائے آخرت کے اجر اور راحت پر نظر کرنی چاہئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے وقت آپ کے گھر والوں نے کہا: واحر باہ۔ "ہائے ہم لٹ گئے۔" آپ نے یہ سن کر آنکھیں کھولیں اور نعرۂ مستانہ لگایا: واطرباہ غدا القی محمدا وصحبہ۔ "ارے واہ! کتنی بڑی مسرت، کتنی بڑی لذت، یہ لذت کس چیز کی ہے؟ ابھی میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملا، ابھی اپنے دوستوں سے ملا۔" دوستوں کی ملاقات کے استحضار نے ایسی سخت تکلیف کو خوشی سے بدل دیا۔ جنہیں جنت اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کا استحضار رہتا ہے وہ دنیا کی تکلیفوں پر پریشان نہیں ہوتے ؎

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اک بار ہی ہنستا دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

(51) حضرت استاذ طوطا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ:

ایک حدیث ہے:

﴿لولا شباب خشع وبهائم رتع وشيوخ ركع واطفال رضع لصب عليكم العذاب صبا﴾ (کشف الخفاء)

> ”اگر خشوع کرنے والے جوان اور گھاس چرنے والے چوپائے اور جھکی ہوئی کمر والے بوڑھے اور دودھ پیتے بچے نہ ہوتے تو تمہیں عذاب سے تباہ کردیا جاتا۔“

یہ روایت ضعیف ہے لیکن اصول شرعیہ و عقلیہ کے مطابق ہے۔ ایک بار مجھے خیال آیا کہ یہ چاروں اقسام جن کا ذکر اس حدیث میں ہے ان میں سے دارالافتاء میں جوان بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں، بچے بھی ہیں مگر کوئی حیوان نہیں، ہم سوچنے لگے کہ یہ چوتھی چیز بھی یہاں ہونی چاہئے، اس بارے میں کچھ احباب سے مشورہ کیا کہ کون سا حیوان رکھا جائے بالآخر یہ طے پایا کہ طوطے کا پالنا آسان ہے، چنانچہ طوطا منگوایا گیا، اسے جب یہاں پنجرے میں رکھتے تھے تو رحم آتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ کہیں باہر سے وہ طوطوں کی آواز سنتا تو بہت پھڑپھڑاتا ایسا لگتا تھا کہ اسے اپنا وطن یاد آجاتا ہے ؎

دل قفس میں لگ چلا تھا پھر پریشاں کردیا
ہمصفیرو تم نے کیوں ذکر گلستاں کردیا

وہ بہت پریشان ہوتا، بہت پھڑپھڑاتا، بہت بے چین ہوجاتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس پر رحم کے ساتھ ساتھ یہ سبق حاصل ہورہا ہے کہ ہمارے اندر شوق وطن اتنا کیوں نہیں جتنا اس میں ہے۔ پھر پنجرے سے آزاد کرنے کی غرض سے اس کے پر کاٹ کر چھوڑ دیا، اس کے باوجود وہ پرواز کرتا تو دارالافتاء سے باہر سڑک پر جاکر گرتا پھر کوئی اسے پکڑ کر لاتا، دو تین بار ایسا ہونے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ اس پر شوق وطن اتنا غالب ہے کہ یہ کسی صورت میں بھی ہمارے پاس رہنے کو تیار نہیں تو ہم نے اسے آزاد کردیا۔ یہ طوطا دوسرا سبق یہ دے گیا کہ طوطے کی حب وطن پر دنیا کی کوئی چیز غالب نہیں آسکتی، اسے جتنا چاہیں پیار کریں مٹھو مٹھو کہیں، محبت سے پچکاریں، اپنے ہاتھوں پر اٹھائیں کندھوں پر رکھیں، بہتر سے بہتر

پھل اور مالیدہ کھلائیں کچھ بھی کر لیں اسے اڑنے کا ذرا سا موقع ملے گا تو آپ کی ساری محبت، سارے احسانات وہ ایسے بھلادے گا کہ جیسے کبھی بھی آپ سے تعارف ہی نہ ہوا ہو اسی لئے طوطا چشم کی اصطلاح بہت مشہور ہے جس کا مطلب ہے ”بے وفا، مطلب پرست“ میں کبھی کبھی یہ بھی کہتا رہتا ہوں کہ مجھ سے تعلّق رکھنے والے سب یہ سمجھ لیں کہ میں طوطا چشم اور مطلب پرست ہوں۔ مطلب یہ کہ آخرت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے غیر کا کوئی تعلّق مجھ پر غالب نہیں آسکتا اس لئے خوب سمجھ لو میں مطلب پرست ہوں، میرا مطلب ہے میرا ”اللہ“۔

طوطا جب کسی کی قید میں ہوتا ہے تو آفات سے محفوظ ہوتا ہے کہ کوئی شاہین یا بلی وغیرہ نہ کھا جائے، کھانا بھی بیٹھے بٹھائے ملتا رہتا ہے اس کے باوجود وہ اڑنے کی فکر میں رہتا ہے، اس سے مسلمان کو یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ کی محبت میں، وطن آخرت کے شوق میں دنیا بھر کی محبتوں اور تعلّقات کو قربان کردے، کوئی طمع اور کوئی خوف اللہ کی محبت کے مقابل نہ آنے پائے۔ وہ ایک چھوٹا سا پرندہ کیسے کیسے سبق دے گیا، اسی لئے اس وقت سے میں نے اس طوطے کو کہنا شروع کردیا:

”حضرت استاذ طوطا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔“

(۵۲) غلبۂ فساد کا اثر:

طبائع میں غلبۂ فساد کی وجہ سے یہ دستور عام دیکھنے میں آرہا ہے کہ اگر کوئی کسی کی اچھی بات سنتا ہے تو کچھ تأویل کرکے اس کی خوبی کو عیب کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کوئی برائی سنتا ہے تو اس کی تایید کرتا ہے بلکہ مزید نقائص نکالتا ہے جبکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ کسی کی خوبی سننے میں آئے تو اس کی تحسین اور اس پر اظہار مسرت کیا جائے اور اگر کوئی خامی سننے میں آئے تو کسی تأویل کے ذریعہ اس کا دفاع کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ عمل کرنے سے اپنے مسلمان بھائی کی عزت بچانے کے علاوہ مزید دو فائدے ہوتے ہیں:

❶ غیبت سننے کے عذاب سے حفاظت ہوگئی۔

❷ آیندہ یہ غیبت کرنے والا آپ کے سامنے اس کی غیبت کرنے اور اس کے عیوب بیان کرنے کی ہمت نہیں کرے گا، سمجھ جائے گا کہ اس پر اس کا زہر نہیں چڑھ سکتا، انگلیاں وہیں دبانے کی کوشش کی جاتی ہے جہاں دبنے کی امید ہو، جب ایک بار انگلی دبا کر تجربہ کرلے گا کہ اس میں انگلی نہیں دب رہی تو مایوس ہو کر چھوڑ دے گا بلکہ اسے جب یہ معلوم ہوگا کہ وہ جس کی غیبت کررہا ہے آپ اس کے طرفدار ہیں تو وہ آیندہ آپ کے سامنے اس کی غیبت کرنے میں اپنی سبکی سمجھے گا اور آپ کی نظروں سے گرنے سے احتراز کرے گا۔ حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کسی نے ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب کی کوئی خامی بتائی، آپ نے جواب میں فرمایا:

”وہ اپنے معاملات کو مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔“

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بھی ایک بار اسی قسم کی شکایت کی گئی۔ آپ نے بھی وہی جواب دیا:

”وہ اپنے معاملات کو مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔“

(53) شیخ کے کمالات واحسانات کا مراقبہ:

شیخ سے زیادہ قرب اور ان کے عوارض بشریہ دیکھنے سے عقیدت و محبت میں کمی واقع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جو باطنی ترقی سے مانع بلکہ باعث ادبار ہے، اس سے بچنے کے لئے شیخ کے کمالات و احسانات کو زیادہ سے زیادہ سوچنا چاہئے بلکہ روزانہ سوچنے کا معمول بنائیں۔

ایاز روزانہ اپنے کمرے میں جاکر دروازہ بند کر کے بہت دیر بیٹھے رہتے تھے، دوسرے وزراء کو شبہہ ہوا کہ یہ شاہی خزانے سے کچھ چرا کر لاتے ہیں اور اپنے

کمرے میں دفن کرتے ہیں، انہوں نے بادشاہ سے شکایت کردی، بادشاہ نے چھاپہ مارنے کا حکم دیا وزراء حسد میں جلے جارہے تھے اس لئے بہت خوش ہورہے تھے کہ آج ایاز پکڑا جائے گا۔ بادشاہ کے حکم سے کمرا کھلوایا گیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار میں کھونٹی پر ایک پرانی گدڑی ٹنگی ہوئی ہے۔ ایاز اس کی طرف دیکھ رہے ہیں، انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ میں روزانہ اس گدڑی کی طرف دیکھ کر اپنے نفس سے کہا کرتا ہوں کہ ایاز! تیری حقیقت یہ ہے اور آج تو جس تنعم میں ہے وہ محض بادشاہ کا کرم ہے کہیں اپنی حقیقت کو بھول مت جانا۔ وزراء یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔

اسی طرح شیخ کے بارے میں یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ ہمیں جو بھی دینی ترقی ہوئی اور نفس کی اصلاح ہوئی وہ شیخ کے احسانات اور ان کی نظر کرم کا صدقہ ہے ورنہ ہماری کیا حقیقت ہے

کہاں سے مجھ کو پہنچایا کہاں پیر مغاں تو نے
مرا میخانہ اب لاہوت ہے روح الامیں ساقی

(۵۴) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عوام سے بیزاری:

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عوام سے اتنے بیزار تھے کہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا بھر کے عوام مرد میرے غلام ہوتے اور عورتیں میری باندیاں ہوتیں تو میں سب کو آزاد کردیتا اور ان کی وراثت بھی نہ لیتا۔ وراثت کے بارے میں دو مسئلے سمجھ لیں:

(۱) کسی نے کوئی غلام یا باندی آزاد کی اور وہ مرگئی تو اگر اس کا کوئی نسبی رشتہ دار نہ ہو تو اس کی وراثت آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

(۲) کوئی وراثت لینے سے انکار کرے، معاف کردے، دستبردار ہوجائے تو بھی اسے وراثت بہرحال ملے گی انکار کرنے سے حق وراثت ساقط نہیں ہوتا وہ تو بہرصورت

ملتی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فیصلہ سنایا اس سے مقصد عوام سے زیادہ سے زیادہ بیزاری ظاہر کرنا ہے یعنی اگر وراثت ملنے کی کوئی صورت میسر ہوتی اور پھر اسے چھوڑ دینے کی کوئی صورت ممکن ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ردالمحتار میں باب الاعتکاف شروع ہونے سے پہلے متصل ہے۔

یہ فیصلہ ان عوام کے بارے میں ہے جو علماء سے تعلّق نہیں رکھتے، جو عوام علماء سے تعلّق رکھتے ہیں، ان کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان کی کتابیں دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطاء فرما دیتے ہیں۔

(۵۵) ابتلاء وامتحان کی صورتیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ابتلاء و امتحان کی دو صورتیں ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿وبلونھم بالحسنت والسیات لعلھم یرجعون﴾

(۷-۱۶۸)

❶ دنیوی نعمتوں کی فراوانی۔

❷ دنیا کی زیادہ نعمتوں کا فقدان ان سے محرومی۔

ان میں سے قسم اول کا امتحان زیادہ سخت ہے اس لئے ان حالات میں بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے بہت زیادہ، جس کی دو وجہیں ہیں، ایک ظاہری دوسری باطنی:

❶ ظاہری وجہ یہ کہ دنیوی نعمتوں کی فراوانی کی صورت میں اسباب زیادہ ہونے کی وجہ سے گناہوں کے ارتکاب میں سہولت ہوتی ہے۔

❷ باطنی وجہ، تنعم و تعیش کی مستی۔

اس کے برعکس دنیوی نعمتوں سے محرومی کی صورت میں گناہوں اور نافرمانیوں سے محفوظ رہنے کے دو سبب موجود ہیں، ایک ظاہری دوسرا باطنی:

❶ ظاہری یہ کہ اسباب زیادہ مہیا نہیں۔

❷ باطنی قلب و جسم دونوں کی شکستگی۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیوی نعمتوں سے محرومی کی طلب اور دعاء کی جائے، دعاء یہی رہے کہ اللہ تعالیٰ دنیوی نعمتیں عطاء فرمائیں پھر اس کے ساتھ قلباً قولاً عملاً شکر نعمت کی توفیق بھی عطاء فرمائیں، نعمتوں کو منعم کے ساتھ محبت بڑھانے اور آئینۂ جمال یار بنانے کا ذریعہ بنایا جائے ؎

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر زلذت شرب دوام ما
"ہم پیالے میں رخ یار کا عکس دیکھ رہے ہیں، تجھے ہمارے
شرب دوام کی لذت کی کیا خبر۔"

(۵۶) ذکر اپنی جگہ خود بنالیتا ہے:

ذکر کے لئے وقت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی انسان کتنا ہی مشغول ہو اس کے باوجود ذکر شروع کردے تو وہ اپنی جگہ خود ہی نکال لیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ کھانا خوب تن کر کھالیں اس کے بعد کوئی مرغوب چیز سامنے آجائے تو آپ وہ بھی بہت رغبت سے کھالیں گے اس چیز کی جگہ از خود بن جائے گی۔ ذکر اللہ قلب کی غذاء ہے جو غذاء قالب سے بدرجہا زیادہ لذیذ ہے، کوئی تجربہ تو کرے ؎

ذوق این بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی
"تو چکھے بغیر شراب محبت کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا۔"
لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ذکر اللہ کا یہ کرشمہ ہے ؎

زاہدوں کو بھی شریک بزم رنداں کردیا
سینکڑوں کو دختر رز نے مسلماں کردیا

آپ چند روز ذکر اللہ کی پابندی کے بعد اپنے بارے میں خود کہنے لگیں گے ع

یہ جزیرہ بھی بالآخر زیر آب آہی گیا

مگر کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق رکھنا ضروری ہے ورنہ نفع کی بجائے نقصان ہوگا، خود کو مکمل طور پر شیخ کامل کے سپرد کئے بغیر نفس و شیطان کے مکاید سے بچ نکلنا ممکن نہیں ؎

نفس نتوان کشت الاظل پیر
دامن این نفس کش را سخت گیر

”پیر کے سائے کے سوا نفس کو قتل نہیں کیا جاسکتا، اس نفس کش کا دامن مضبوط پکڑ۔“

نفس کا مار سخت جاں دیکھ ابھی مرا نہیں
غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

* * *

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
پلنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا

اس سلسلے میں وعظ ”بیعت کی حقیقت“ غور سے پڑھیں۔

(۵۷) کتاب کے بارے میں اندازہ لگانے کا طریقہ:

کسی نئی کتاب کا اندازہ لگانے کے لئے یہ تدبیر ہے:

❶ اس کا مقدمہ دیکھیں بالخصوص اگر مصنف کے حالات مقدمہ میں ہوں تو انہیں غور سے دیکھیں۔

❷ خاتمہ دیکھیں۔

❸ فہرست دیکھیں، اس میں جو عنوان اہم نظر آئیں انہیں دیکھیں۔

یہ تین کام کرنے سے کتاب کا اندازہ ہو جائے گا۔

(58) اللہ سے مانگنے کا طریقہ:

انسان کو اپنی ہر حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرنا چاہئے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ جو لوگ بھیک مانگتے ہیں ذرا ان کی حالت پر غور کریں کہ کس طرح عاجزی سے اور کیسی کیسی شکلیں بنا کر لوگوں کے سامنے گڑگڑا گڑگڑا کر مانگتے ہیں، اللہ سے مانگنے والوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

ایک بار میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت مردانہ کمرے میں اور کوئی نہیں تھا اس لئے آپ خود اٹھ کر اندر گئے اور میرے لئے شربت کا گلاس لے آئے، آپ کی گود میں ایک چھوٹی سی بچی بیٹھی ہوئی تھی شاید پوتی یا نواسی ہوگی: وہ شربت کا گلاس دیکھ کر کہنے لگی: ”مجھے دو“۔ شربت کا ایک ہی گلاس تھا میں نے اسے پینا شروع کردیا، وہ بچی بار بار شربت مانگتی رہی وہ اسے خاموش کرانے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ خاموش نہ ہوئی بلکہ جیسے اسے خاموش کراتے وہ اور زیادہ مچلتی اور چیخ چیخ کر کہتی: ”مجھے دو، مجھے دو“ میں نے جلدی جلدی گلاس ختم کرنے کی کوشش کی اس خیال سے کہ اگر میں نے اپنا گلاس بچی کو دے دیا تو ڈاکٹر صاحب پھر خود اٹھ کر اندر جائیں گے اور میرے لئے دوسرا گلاس لانے کی زحمت فرمائیں گے جبکہ آپ کے اتنے بلند مقام اور عمر کے لحاظ سے شدید جسمانی ضعف کے پیش نظر پہلی ہی بار آپ کے زحمت فرمانے پر میں بہت نادم تھا، شرم میں ڈوب ڈوب جا رہا تھا مگر اس بچی نے ”مجھے دو، مجھے دو“ کی ایسی رٹ لگائی کہ مجھے چند

گھونٹ پینے کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا شربت کا گلاس بچی کو دینا پڑا تو کہیں جاکر وہ چین سے بیٹھی۔ اس قصے سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں اپنی طلب کا یوں مظاہرہ کرے ؎

ادھر تو در نہ کھولے گا ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں تیری کہیں میری

⑤⑨ کسی کام کی فرصت نہ ملنا بے اعتنائی کی دلیل:

آخرت کے معاملے میں لوگ عموماً غفلت اختیار کرتے ہیں، مثلاً عبادات کے اداء کرنے میں یا بعض دیگر امور جو کہ آخرت بنانے میں معین ہوں ان میں غفلت برتتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔ ان لوگوں سے یہ پوچھا جائے کہ کھانا کھانے کی فرصت، استنجا خانہ جانے کی فرصت، خود بیمار ہوجائیں یا بیوی بچے بیمار ہوجائیں تو دیکھ بھال کی فرصت اور دوسرے دنیوی امور انجام دینے کی فرصت کیسے مل جاتی ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جس چیز کی قلب میں اہمیت نہیں اس کے لئے فرصت نہیں اور جن چیزوں کی قلب میں اہمیت ہے ان کے لئے ہر حال میں وقت مل جاتا ہے، اس کے علاوہ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جس چیز کے بارے میں یہ سوچ لیا جائے کہ فرصت ملے گی تو کریں گے اس کے لئے کبھی بھی فرصت نہیں ملتی۔

⑥⓪ کمر سیدھی کرنے کا نسخہ:

حضرت اقدس جب مغربی ممالک تشریف لے گئے تو وہاں ہر جگہ یہ عجیب منظر دیکھا کہ جب بھی کہیں بیان فرماتے تو لوگ مسجد میں دیواروں کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے، انگلینڈ، امریکا، کینیڈا اور جزیرہ باربڈوز وغیرہ میں ہر جگہ لوگوں کا یہی طریقہ

تھا، حضرت اقدس ان لوگوں کو دیکھ کر بیان شروع کرنے بلکہ خطبہ پڑھنے سے بھی پہلے ہی اپنے مخصوص دلکش اور دلآویز انداز میں مسکراتے ہوئے انہیں یوں تنبیہ فرماتے:

> ”آپ لوگوں کی کمریں ٹوٹی ہوئی ہیں جو دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں، آگے آئیے! آپ کی ٹوٹی ہوئی کمریں سیدھی کرنے کا ایک نسخہ بتاتا ہوں وہ یہ کہ جہاد میں کم از کم ایک چلہ لگا کر آئیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی کمریں بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔“

حضرت اقدس ایسے مواقع پر ایسے دلکش انداز سے میٹھی تنبیہ فرماتے ہیں کہ سننے والوں کو قطعاً کوئی ناگواری محسوس نہیں ہوتی بلکہ خوش ہوتے ہیں، چنانچہ ٹورنٹو میں ایک موقع پر سامعین کی مسرت کا مظاہرہ یوں ہوا کہ ایک صاحب اپنے پاس والے کا بازو پکڑ کر ہنستے ہوئے کہنے لگے کہ یہ ڈاکٹر ہے اس کی بھی کمر ٹوٹی ہوئی ہے، وہ ڈاکٹر صاحب بھی ہنسنے لگے۔

حضرت اقدس کبھی اپنے خدام میں سے کسی کو ایسی دلکش تنبیہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ”ڈانٹ بھی پلاتا ہوں تو میٹھی میرے بیٹے۔“

پھر اس سے پوچھتے ہیں:

> ”میٹھی ہے نا؟“

وہ بہت خوش ہو کر ہنستا ہوا کہتا ہے:

> ”جی ہاں۔“

⑥١ رجاء و غرور:

حدیث میں ہے کہ جنتی کی عمر تیس سال ہوگی۔ مجھے اسّی سال کی عمر میں یوں معلوم ہورہا ہے کہ تیس سال کا ہوں، جہاد کے ایسے ایسے جوش اٹھتے ہیں کہ بیان نہیں کرسکتا، یہ حال ہورہا ہے ؎

جو آکے نہ جائے وہ جوانی دیکھی
جو جاکے نہ آئے وہ بڑھاپا دیکھا

مشہور تو یوں ہے ؎

جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا

مگر میں یوں پڑھتا ہوں ؎

جو آکے نہ جائے وہ جوانی دیکھی
جو جاکے نہ آئے وہ بڑھاپا دیکھا

کسی مجاہد کو دیکھنے بلکہ جہاد کے تصور سے ہی ایسا لگتا ہے کہ سیروں خون بڑھ گیا ؎

مت پوچھ کہ جوش اٹھتے ہیں کیا کیا مرے دل میں
دن رات بس اک حشر ہے برپا مرے دل میں

جنت میں ملنے والی جوانی کی امید اور اس کے تصور نے یہیں جوان بنا رکھا ہے ؎

اگرچہ دور افتادم بدین امید خرسندم
کہ شاید دست من باردگر جانان من گیرد

بس اس امید کی مستی ہے۔ عمل کی کوشش اور دعاء کے ساتھ اس قسم کے خیالات و جذبات رکھنے کو "رجاء" کہتے ہیں جو محمود ہے۔ عمل کی کوشش اور دعاء کے بغیر اس قسم کے خیالات کو غرور کہتے ہیں جو مذموم ہے۔ عمل کی کوشش اور دعاء بھی انہی کی عطاء ہے ع

یہ جو کچھ بھی ہے سب ترا ہی کرم ہے،

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

⑥② مغربی جزیرہ میں مرکز الجہاد:

میں نے سن ۱۴۱۵ ہجری میں مغربی ممالک کا سفر کیا جس کا مقصد "اللہ کے باغیوں کو مسلمان بنانا" تھا۔ اس سفر میں ویسٹ انڈیز کے جزیرہ باربڈوز جاتے ہوئے رفقاء نے بتایا کہ جہاز میں رکھے ایک رسالہ میں لکھا ہوا تھا کہ ایک جزیرہ فروخت ہو رہا ہے اس کا پتا وغیرہ بھی لکھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کا پتا وغیرہ بتاؤ ہم وہ جزیرہ خریدیں گے۔ ساتھی کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہم اسے خریدیں گے؟ پتا وغیرہ تو ہم نے لکھا ہی نہیں۔ میں نے انہیں اس غفلت پر تنبیہ کی اور دعاء کی کہ یا اللہ! واپسی میں وہی رسالہ مل جائے، اس کے علاوہ ساتھیوں کو تاکید بھی کر دی کہ واپسی میں اس رسالہ کا خیال رکھیں۔ میرا خیال تھا کہ اس جزیرہ پر ہماری حکومت ہوگی تو ہم وہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کرنے کا کام شروع کریں گے، اسے "مرکز الجہاد" بنائیں گے۔ واپسی میں وہی رسالہ جہاز میں مل گیا مگر اس میں لکھا ہوا تھا کہ جزیرہ فروخت کر رہے ہیں مگر اس کی حکومت نہیں دیں گے۔ میں نے کہا جب حکومت نہیں دیں گے تو ایسا جزیرہ خریدنے سے کیا فائدہ؟ بہرحال اللہ تعالیٰ کے ہاں تو نیات بھی لکھی جاتی ہیں، عزائم بلند رکھا کریں، نیت بلند رکھا کریں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

⑥③ قلب پر صبغۃ اللہ کی پالش:

حضرت اقدس اپنے جوتے پر خود پالش کررہے تھے، متعلقین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ میں پالش کردیتا ہوں۔ حضرت نے انکار فرمادیا پھران صاحب نے بتایا کہ بازاروں میں چھوٹے چھوٹے بچے پالش لئے پھرتے ہیں اور جو بھی ملتا ہے اس کے جوتوں پر زبردستی پالش کردیتے ہیں، لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ بچے ہیں مروت سے کروالیتے ہیں اور پیسے دے دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ سب مسلمانوں کو زبردستی پالش کردوں، خوشی سے تو کرواتے نہیں، مگر میرے قلب میں اس قدر شدت سے جذبہ اٹھتا ہے کہ جو بھی ملے اسے زبردستی پکڑ کر پالش کردوں۔ پالش کے تصور سے دوسروں کی اصلاح کی فکر سے پہلے اپنے قلب کی پالش کی فکر پیدا ہوتی ہے، اس وقت بھی ذکر اللہ سے اپنے قلب پر صبغۃ اللہ کی پالش کررہا ہوں۔

جامع عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کے انکار کی دو وجوہ ہیں:

❶ حضرت اقدس کو اپنے چند مخصوص خدام کے سوا کسی سے بھی کوئی کام لینا گوارا نہیں۔

❷ عوام میں حضرت اقدس کی طبیعت کے موافق کام کرنے کا سلیقہ نہیں۔

⑥④ مجاہد کے جسم میں دھاتوں کا تناسب:

حضرت اقدس کو جب آواز بیٹھنے کا عارضہ ہوا تو ایک مشہور ڈاکٹر اجازت لے کر آگئے انہوں نے یہ تقریر شروع کردی کہ انسان کے جسم میں مختلف دھاتیں ہیں، مثلاً سونا، چاندی، تانبا، لوہا وغیرہ صحت برقرار رکھنے کے لئے ان میں تناسب ضروری ہے، اگر یہ تناسب بگڑ جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ درمیان ہی میں حضرت اقدس نے بڑے جوش سے

فرمایا:

> ”مجاہد کے جسم میں سب دھاتوں کا تناسب بالکل صحیح رہتا ہے اس لئے آپ اس تقریر کو چھوڑیں کوئی دواء بتائیں تو میں اس پر غور کروں گا۔“

(۶۵) دل کے اسپیشلسٹ کی درخواست پر:

دل کے ایک مشہور اسپیشلسٹ نے حضرت اقدس سے آپ کے دل کا معاینہ کرنے کی درخواست پیش کی تو حضرت اقدس نے فرمایا:

> ”آپ میرا دل کیا دیکھیں گے میں آپ کا دل دیکھ رہا ہوں مجھ سے اپنے دل کا علاج کروائیں۔“

جامع عرض کرتا ہے کہ ایک بار مکہ مکرمہ میں وہاں کے سب سے بڑے ہسپتال کے بہت بڑے ڈاکٹر نے حضرت اقدس سے دل کا معاینہ کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت اقدس نے فرمایا:

> ”میں کبھی کسی ڈاکٹر کو اجازت نہیں دیتا لیکن آپ مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں اس لئے آپ کی رعایت کرتا ہوں معاینہ کرلیجئے۔“

انہوں نے معاینہ کرکے بتایا:

> ”میں نے ایسا دل صرف دو بزرگوں کا دیکھا ہے، ایک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دوسرے آپ۔“

(۶۶) مخالفت کرنے والوں سے:

جو لوگ میری مخالفت کررہے ہیں اگر وہ میری حقیقت جان لیں تو اور زیادہ

مخالفت کریں اور اگر اپنی حقیقت جان لیں تو جتنی کر رہے ہیں اتنی بھی نہ کریں۔

(۶۷) افتاء کے لئے اہم چیز:

افتاء کے لئے وسعت مطالعہ کی بنسبت عوام کے حالات سے واقفیت اور تفقہ کی زیادہ ضرورت ہے اور تفقہ تقویٰ پر موقوف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿و من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین﴾ (بخاری)

”جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں تفقہ عطاء فرماتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ صرف اپنے فرمانبردار اور متقی شخص سے فرماتے ہیں نافرمان سے نہیں۔

(۶۸) معمولات پر مداومت:

زندگی میں نظم و ضبط پیدا کیجئے اس لئے کہ جب تک اوقات منظم نہ ہوں کام نہیں ہوپاتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو اس طرح کہ اگر دس کام کرنے تھے تو دو چار ہی ہوپاتے ہیں باقی کا ناغہ ہوجاتا ہے، ناغہ سے بچنے کا بہت اہتمام رکھیں جو بھی معمولات ایک بار مقرر کرلئے جائیں پھر انہیں پابندی سے اداء کیا جائے مثلاً ایسا نہ ہو کہ ایک دن تو دس پارے تلاوت کرلئے اور دوسرے دن بالکل چھٹی، عمل خواہ کم ہو مگر روزانہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿احب الاعمال الی اللّٰہ ادومھا و ان قل﴾ (متفق علیہ)

”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب اعمال سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر زیادہ مداومت ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔“

(۶۹) امام اور منتظمہ کے جھگڑوں کی وجوہ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"امام محلہ والوں کی بیوی ہوتا ہے۔"

مطلب یہ کہ محلہ کا ہر شخص امام پر حکومت چلاتا ہے۔ اس زمانے میں شوہر غالب اور بیوی مغلوب ہوا کرتی تھی آج کے حالات کے مطابق میں نے اسے یوں کردیا:

"امام مقتدیوں اور منتظمہ کا شوہر ہے۔"

ائمہ مساجد کا جو مقام اور حیثیت ہونی چاہئے وہ لوگوں کی نظر میں نہیں، اس کی وجوہ یہ ہیں:

❶ سب سے اہم وجہ خود ائمہ کا رویہ ہے۔ انہیں چاہئے کہ دین کے وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کی خدمت کریں، اس کے برعکس یہ حضرات بے دین انتظامیہ کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے رہتے ہیں، اس لئے کہ اگر یہ انتظامیہ کی بات نہیں مانیں گے تو انتظامیہ انہیں نکال دے گی لہٰذا فکر معاش کی وجہ سے یہ دین کے وقار کو مجروح کرتے ہیں جس کا وبال یہ پڑتا ہے کہ یہ خود مخلوق کی نگاہ میں بے عزت ہوجاتے ہیں، حالانکہ اگر یہ کہہ دیں کہ اس طرح ہم کام نہیں کریں گے تو دیکھئے پھر کیسے لوگوں کا دماغ درست ہوتا ہے مگر یہ لوگ تو ڈرتے ہی رہتے ہیں کہ کہیں نوکری ختم نہ ہوجائے، اس سلسلے میں کچھ قصے سن لیجئے قصوں میں بڑی عبرت اور سبق ہوتا ہے۔

① حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب خانقاہ سنبھالی تو وہاں کچھ لوگ آگئے اور حضرت سے کہنے لگے کہ آپ کو کوئی حق نہیں یہاں یہ سب کام کرنے کا۔ حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے سنبھالو اپنی خانقاہ، ہم جارہے ہیں۔ وہاں جو طلبہ تھے ان میں

افغانی بھی تھے انہوں نے بہت اصرار کیا کہ آپ نہ جائیں ہم دیکھ لیں گے ان لوگوں کو، ان کے دماغ درست کردیں گے مگر آپ نہ رکے، خانقاہ چھوڑ کر چلے گئے پھر جن لوگوں نے اعتراض کیا تھا کچھ دن بعد وہی لوگ منت سماجت کر کے واپس لے کر آئے۔

② حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خانقاہ سنبھالی تو وہاں کچھ لوگ مل کر حضرت کے بارے میں یہ باتیں کرنے لگے کہ انہیں کس نے حق دیا ہے کہ یہ خانقاہ پر قبضہ کر کے بیٹھ جائیں ہم انہیں یہاں سے نکالیں گے۔ حضرت تک یہ بات پہنچ گئی کہ وہ لوگ یہاں آنے والے ہیں تو حضرت نے تکیہ کے نگران سے بات کرلی (قصبات اور دیہات میں مسافر خانے کو تکیہ کہتے تھے) کہ خانقاہ میں جو کام کیا کرتا ہوں وہ یہاں تکیہ میں کروں گا وہ راضی ہوگیا۔ حضرت نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی اپنا بستر باندھ لیا جب وہ لوگ بات کرنے آئے تو حضرت نے بات کرنے سے پہلے ہی انہیں دکھا دیا کہ وہ بستر بندھا رکھا ہے سنبھالو اپنی خانقاہ میں جارہا ہوں وہ لوگ بہت نادم ہوئے اور حضرت کو جانے نہیں دیا۔

③ میرے ابتدائی دور میں اسلام آباد سے ایک شخص نے مجھے لکھا کہ یہاں حکومت نے ایک عالیشان مسجد بنوائی ہے، جس میں خطیب مقرر کرنے کے لئے کمشنر نے اخباروں میں یہ اشتہار دیا ہے:

> "خطیب کے لئے بہت بڑی تنخواہ، وزیر کے برابر گریڈ اور رہائش کے لئے بہت عالیشان بنگلا ہوگا، علماء درخواستیں دیں، پھر انہیں انٹرویو کے لئے بلایا جائے گا، انٹرویو کے لئے آمدورفت کے مصارف درخواست دہندہ خود برداشت کرے گا، انٹرویو کے بعد کسی کو منتخب کیا جائے گا۔"

اگر آپ تشریف لے آئیں تو انٹرویو کے بغیر ہی آپ کا تقرر ہوجائے گا۔ میں نے

انہیں جواب میں لکھا:

> ”میں خود تو کسی قیمت پر بھی یہ کام کرنے کو تیار نہیں، البتہ آپ کو انتخاب خطیب کا صحیح طریقہ بتا دیتا ہوں۔ آپ کمشنر صاحب کو میری طرف سے صحیح طریقہ یہ بتائیں:
>
> آپ اخباروں میں اشتہار دینے کی بجائے جامعات اسلامیہ کے رؤساء سے رابطہ قائم کریں، کیونکہ وہی صحیح عالم کا انتخاب کرسکتے ہیں، جب وہ کوئی عالم منتخب کردیں تو آپ خود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کریں، مناسب ہوا تو میں بھی آپ کی سفارش کردوں گا۔ صحیح طریقہ بس یہی ہے کہ جسے ضرورت ہے وہی درخواست پیش کرے، علماء کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اسامی کے لئے عرضیاں گزاریں اور پھر انٹرویو دیں، جو شخص درخواست اور انٹرویو کے ذریعہ منتخب ہو گا وہ صحیح عالم نہیں ہو سکتا۔“

دین کا کام استغناء کے ساتھ کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿و من یستغن یغنه اللّٰه و من یستعفف یعفه اللّٰه﴾

(بخاری)

”جو غیر اللہ سے مستغنی رہنا چاہے گا اللہ اسے مستغنی رکھے گا اور جو غیر اللہ کی احتیاج سے بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا۔“

اور فرمایا:

﴿نعم الرجل الفقیه فی الدین ان احتیج الیه نفع و ان استغنی عنه اغنی نفسه﴾ (رزین)

”ایسا فہم دین رکھنے والا شخص بہت اچھا ہے کہ لوگ اس سے دین حاصل کرنے کی احتیاج ظاہر کریں تو نفع پہنچائے اور اگر لوگ اس سے بے پروائی ظاہر کریں تو وہ ان سے مستغنی رہے۔“

④ دارالعلوم کورنگی کے ایک منتہی طالب علم اپنے ایک خواب کی تعبیر معلوم کرنے آئے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں، آپ کے سامنے ایک نہایت حسین عورت خوب زیب و زینت کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور کہہ رہی ہے کہ وہ آپ کی بیوی ہے اور خوشامد و تملق کر رہی ہے کہ حضرت امام اس کی طرف ایک نظر دیکھ لیں مگر وہ نہیں دیکھ رہے، اپنے کام میں مشغول ہیں۔ میں نے جواب میں کہا کہ آپ معقولات زیادہ پڑھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں میرے اسباق اکثر معقولات کے ہیں۔ دوسری بات میں نے یہ کہی کہ آپ کو مستقبل میں اپنے معاش کی زیادہ فکر ہے کہ رزق کہاں سے ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی تو بہت فکر ہے، اتنی پریشانی ہے کہ کبھی رات کو خیال آجاتا ہے تو نیند نہیں آتی۔ میں نے کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم پڑھیں بوعلی سینا کا نہیں، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم پڑھیں اور اس کے مطابق عمل بھی کریں تو فکر رزق نہیں رہے گی۔ خواب میں جو حسین اور مزین عورت دکھائی گئی ہے وہ دنیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب آخرت کے پاس دنیا ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے۔

﴿اتته الدنیا وھی راغمة﴾ (ترمذی)

طالب آخرت بن جاؤ تو دنیا ناک رگڑتی ہوئی آئے گی اور آپ قبول نہیں کریں گے، اس کی کیوں اتنی فکر لگی ہے۔

❷ عوام کی نظر میں ائمہ کی وقعت نہ ہونے کی پہلی وجہ تو ہو گئی ائمہ کا غلط رویہ دوسری وجہ یہ ہے کہ مساجد کی انتظامیہ میں علماء کے بجائے جاہل لوگ ہوتے ہیں

جنہیں دین کے مسائل کا علم نہیں ہوتا اور جاہل ہونے کے باوجود وہ خود کو علماء سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ نہایت قبیح ہے کہ عالم جاہل کے تحت رہ کر دین کا کام کرے۔ اس طرح دین کے کام صحیح نہیں ہوسکتے، علاوہ ازیں اس میں دین اور علماء دین کی بے حرمتی ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ انتظامیہ میں علماء کو شامل کیا جائے تاکہ وہ تمام امور کو حدود شرعیہ کے تحت انجام دیں۔

یہ جو دو وجوہ میں نے بتائی ہیں ان کا ایک بہت بڑا فساد یہ ہے کہ آئے دن ائمہ اور منتظمہ کے درمیان اختلافات ہوتے رہتے ہیں پھر جب منتظمہ امام کو ہٹانا چاہتی ہے تو امام ہٹتے نہیں بلکہ مقتدیوں کو اپنے ساتھ ملالیتے ہیں اور پھر منتظمہ سے جھگڑا ہوتا ہے، مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولویوں کا مقدمہ ہے مولویوں کا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ اگر اجرت پر مدت معین کرلی جائے تو اس وقت تک جانبین پابند ہیں اور اگر مدت مقرر نہیں کی تو صرف ایک قمری ماہ تک جانبین پابند ہیں۔ عموماً منتظمہ کوئی مدت تو مقرر کرتی نہیں اس لئے ہر قمری مہینہ پورا ہوجانے پر جانبین کو اختیار ہے، امام چھوڑ کر جاسکتا ہے اور منتظمہ امام کو ہٹاسکتی ہے دونوں آزاد ہیں۔

ہمارے پاس امام اور منتظمہ کی طرف سے بہت استفتاء آتے رہتے ہیں، امام منتظمہ کو برا کہتا ہے اور منتظمہ امام کو، اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ جانبین کسی متقن اور متقی مفتی کو متفقہ طور پر حکم تسلیم کرلیں اور یہ لکھ کر دیں کہ حکم جو بھی فیصلہ کرے گا جانبین اسے قبول کریں گے، اس تحریر پر جانبین کے علاوہ دو گواہوں کے بھی دستخط ہوں، پھر جانبین اپنی اپنی شکایات لکھ کر دیں اس کے بعد حکم جو بھی فیصلہ کردے اس پر عمل کریں۔

(۷۰) ادب کا تقاضا:

بعض لوگ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں ”ازواج

مطہرات" کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہ خلاف ادب ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمنین کی مائیں قرار دیا ہے:

﴿وازواجه امهاتهم﴾ (۳۳ - ۶)

کیا کوئی اپنی ماں کو "میرے باپ کی بیوی" کہہ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں کہہ سکتا، اس لئے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ "ازواج مطہرات" کی بجائے "امہات المؤمنین" کہا کریں۔

⑰ روزہ علاج شہوت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس کو شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے۔"

(متفق علیہ)

روزہ شہوت کو کمزور کردیتا ہے، نفس کو خصی کردیتا ہے، اس پر کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ روزہ رکھنے سے بعض لوگوں کی شہوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو روزے کے ذریعہ شہوت کو توڑنے کے بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پے در پے روزے رکھتا رہے یہاں تک کہ نفس بالکل نڈھال ہوجائے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ: فعلیه الصوم۔ سے ثابت ہوتا ہے، مسلسل روزے رکھنے سے شہوت کمزور پڑے گی چند روزے رکھنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ روزہ رکھنے سے شہوت بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ سے روح میں کثافت کم ہوتی ہے اور لطافت بڑھتی ہے، لطافت ایک خاص درجہ تک زیادت شہوت کا باعث بنتی ہے پھر مسلسل روزے رکھنے سے ضعف غالب آجاتا ہے تو شہوت میں انکسار آنے لگتا ہے۔

⑦٢ تقویٰ شرط تفقہ:

ہمارے خاندان کے ایک فقیہ عالم حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے بہت متقی تھے، آخر عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی، آپ کے ایک قریبی رشتہ دار جید عالم ایک جامعہ میں صدر مدرس تھے، صدر مدرس صاحب کی سہولت کے لئے جامعہ کی مسجد کے صحن سے ان کے گھر کی طرف دیوار توڑ کر دروازہ کھول دیا گیا تھا، یہ فقیہ و متقی بزرگ ایک بار وہاں اپنے عزیز صدر مدرس صاحب کے پاس تشریف لائے، وہ مسجد سے اپنے میزبان کے مکان کی طرف جاتے ہوئے اس دروازہ سے گزرنے لگے تو انہیں بتایا گیا کہ یہ دروازے صدر مدرس صاحب کی سہولت کے لئے مسجد کے صحن کی دیوار توڑ کر کھولا گیا ہے، وہ وہیں رک گئے، ہاتھوں سے دروازے کے دونوں جانب کے ستونوں کو ٹٹولا جو دیوار سے مسجد کے صحن کی طرف معمولی سے نکلے ہوئے تھے، صحن کا فرش تقریباً ایک انچ ستونوں کے نیچے آگیا تھا، یہ صورت حال آپ کے علم میں آئی تو فرمایا:

”مسجد بن جانے کے بعد اس کا کوئی حصہ کسی بھی مصلحت سے اس سے خارج کرنا جائز نہیں، مسجد کے فرش کا جو حصہ صدر مدرس صاحب کی سہولت کے لئے کھولے گئے دروازے کے ستونوں کے نیچے آگیا ہے اگرچہ وہ بہت ہی تھوڑا سا ہے پھر بھی اس کا کیا جواز ہے؟“ جامعہ کے مفتی صاحبان، آپ کا یہ تفقہ و تعمق دیکھ کر صدر مدرس صاحب، مہتمم صاحب اور دوسرے مشہور علماء حیران رہ گئے، آپ کے تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے تفقہ سے نوازا کہ جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کرام و مفتیان عظام کے سر ندامت سے جھک گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقان﴾

(۸-۲۹)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کرنے والی بصیرت عطاء فرمائیں گے۔"

(۷۳) مرید کو بھگانے پر انعام اور بھاگنے والے کو جوتے:

اگر کوئی میرے کسی عامی مرید کو کاٹے اور بھگائے تو اسے پچاس روپے اور مولوی کو بھگائے تو پانچ سو روپے اور کسی مفتی یا خلیفہ کو بھگائے تو پانچ ہزار روپے دوں گا۔ (ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ بھاگنے والے کو کیا دیں گے؟ تو حضرت اقدس نے فرمایا) بھاگنے والے کے سر میں پانچ سو جوتے۔ یہ اس مرید کے لئے ہے جو ازخود بھاگے اور اگر کسی کے بھگانے سے بھاگا تو دونوں اپنے اپنے انعام آپس میں تقسیم کرلیں بھگانے والا ڈھائی سو روپے بھاگنے والے کو دے اور بھاگنے والا ڈھائی سو جوتے بھگانے والے کو لگادے۔ بھگانے والے کو انعام دینے اور بھاگنے والے کو جوتے لگانے کی وجہ یہ ہے کہ بھگانے والے میں دو خوبیاں ہیں ایک محنت دوسری اس کا محنت میں کامیاب ہوجانا بھی کمال ہے اور بھاگنے والے نالائق میں دو فساد ہیں۔ ایک یہ کہ مکمل اعتماد حاصل کرنے سے پہلے بیعت ہونے کی حماقت کیوں کی؟ دوسرا یہ کہ طریق کو بدنام کررہا ہے۔

(۷۴) جہاد مفرح و مقوی غذاء:

مجھے نوعمری میں دودھ موافق نہیں تھا اس کے باوجود میں دودھ پیتا رہا اور پینے کے بعد دعاء مأثور:

﴿اللھم بارک لنا فیه وزدنا منه﴾

پڑھنے کا معمول جاری رکھا، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دودھ کو ایسا موافق بنادیا کہ اب چار گلاس روزانہ پیتا ہوں، میری غذاء کا زیادہ تر انحصار دودھ اور شہد

پر ہے اور اس سے بھی زیادہ جہاد پر، جہاد جیسی لذیذ اور مفرح و مقوی تو کوئی غذاء ہے ہی نہیں، جہاد کے ذکر ہی سے خون میں جوش اور قلب و روح میں کیف و مستی اور فرح و سرور پیدا ہوجاتا ہے ؎

وذکرک للمشتاق خیر شراب
وکل شراب دونہ کسراب

”تیرا ذکر مشتاق کے لئے بہترین مشروب ہے جس کے سامنے
ہر مشروب سراب کی طرح ہے۔“

(75) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ:

میں دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! میری زبان اور قلم سے کوئی بات غلط یا مضر نکل گئی ہو تو تو اسے کیسٹوں اور کتابوں سے محو فرمادے اور جو باتیں تو نے صحیح کہلوادیں یا لکھوادیں انہیں قیامت تک قائم و دائم فرمادے اپنی رحمت سے نافع بنا۔ یہ دعاء کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی اس شان کا واسطہ دیتا ہوں جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿یمحوا اللہ مایشاء ویثبت﴾ (۱۳-۳۹)

آپ لوگوں کو تعجب ہورہا ہوگا کہ کیسٹوں میں بھری ہوئی اور کتابوں میں چھپی ہوئی باتیں محو کیسے ہوں گی؟ اسے سمجھنے کے لئے ٹورنٹو والے ڈاکٹر صاحب کا قصہ سوچ لیا کریں، وہ کہتے تھے کہ پتے میں بہت سی پتھریاں ہیں، ان کے خیال میں جو پتھریاں تھیں وہ کیسے محو ہوگئیں؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ سے غائب ہوگئیں (اس اعجوبۂ قدرت کی تفصیل انوار الرشید جلد ثالث عنوان ”مغرب کی وادیوں میں“ کے تحت عنوان انت شاب فتزوج میں ہے۔ (جامع)

(۷۶) نالائق متعلّقین سے حفاظت کی دعاء:

بزرگوں کی وفات پر ان کی نالائق اولاد، نالائق مرید اور نالائق شاگرد ان پر یہ ظلم ڈھاتے ہیں:

❶ میت کو صرف مجمع بڑھانے کی خاطر روکے رکھتے ہیں۔
❷ گھنٹوں گھنٹوں رسم رونمائی ہوتی ہے۔
❸ میت کی تصویریں لی جاتی ہیں اور اس کے لئے باقاعدہ فوٹو گرافروں کو دعوت دیتے ہیں۔
❹ ان کے علاوہ بھی کئی بدعات و رسوم اور طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب ہوتا ہے۔

یہ ہیں بزرگوں کے نادان دوست، ان کی نالائق اولاد، نالائق مرید اور نالائق شاگرد، انتہائی درجے کے نالائق اور نااہل۔ یہ ظلم دیکھ دیکھ کر میں یہ دعاء کیا کرتا ہوں:

> ”یا اللہ! میرے مرنے کے بعد ایسی نالائق اولاد، ایسے نالائق مریدوں اور نالائق شاگردوں سے میری حفاظت فرما، ان سب کو اپنی رحمت سے لائق بنادے، اگر کوئی بدنصیب ہی رہ گیا تو پھر یا اللہ! میری اس سے حفاظت فرما“۔

آپ لوگ بھی اگر وصیت کردیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہم پر یہ ظلم نہ کیا جائے بلکہ سارے کام سنت کے مطابق کئے جائیں تو مجھے بھی اطمینان ہوجائے کہ میرے متعلّقین لائق ہیں۔

(۷۷) تحیّۃ اللہ:

میں نے نوافل کا نام ”تحیۃ اللہ“ رکھ دیا ہے۔ جیسے تحیۃ الوضوء ہے۔ تحیۃ المسجد

ہے ایسے ہی تحیۃ اللہ ہے۔ نفلی عبادت ایسے اخلاص سے کرنی چاہئے کہ جیسے آپ کو دوست سے کوئی کام نہیں ویسے ہی اس سے ملنے چلے گئے، دوست پوچھتا ہے کیسے آئے؟ آپ کہتے ہیں کہ بس سلام کے لئے آیا ہوں، ویسے ہی حاضری ہو گئی اور بس زیارت ہی کے لئے آیا ہوں۔ فرض تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں اداء کئے جاتے ہیں جبکہ نفل اللہ کا حکم نہیں بس ایک سلامی ہے، ایسا کیوں؟ تاکہ جو انس و محبت و تعلّق پہلے سے ہے اس میں مزید ترقی ہوتی رہے۔

⑦⑧ یا اللہ میرے دل کو تھام لے:

میں اس آیت کو بہت سوچتا ہوں:

﴿ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ﴾ (۳۵-۴۱)

”بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو ان کی جگہ سے ہٹنے سے تھامے ہوئے ہے اور اگر وہ ہٹ گئے تو انہیں کوئی تھامنے والا نہیں۔“

سوچتا ہوں کہ میرے اللہ نے سب آسمانوں، ساری زمین اور کائنات کے اتنے بھاری بھرکم نظام کو تھام رکھا ہے تو میرا دل کیا چیز ہے، یہ تو چڑیا جیسا ہے، اسے تھامنا میرے اللہ کے لئے کیا مشکل ہے، یا اللہ! میرے دل کو تھام لے:

﴿اللھم ثبت قلبی علی دینک﴾

”یا اللہ! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

⑦⑨ رب کریم کی شان تربیت:

انسان کتنی ہی پرواز کرے، پرندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، نیز اس انتہائی ترقی

کے زمانے میں بھی کوئی طیارہ یا بحری جہاز جب تک کسی نشان کو سامنے نہ دیکھ رہا ہو محض قطب نما سے زاویہ قائم کر کے سیدھا نہیں جاسکتا، بلکہ مقام مطلوب کا مقام روانگی سے جو زاویہ قائم کر کے چلتا ہے وہ زاویہ دونوں مقامات کے درمیان خط مستقیم پر چلنے سے قدم قدم پر بدلتا ہے اس لئے اگر کوئی چیز ایک زاویہ قائم کر کے روانہ ہو تو وہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی بجائے قطب مقناطیسی کے گرد چکر کاٹتی رہے گی، اس بناء پر زاویہ کی مدد سے رفتار کی دو صورتیں ہیں:

❶ خط مستقیم کے زاویے کی بنسبت اتنا بڑا زاویہ رکھا جاتا ہے کہ جہاز چکر کاٹ کر مقام مطلوب پر پہنچ جائے۔

❷ خط مستقیم کے زاویے پر روانگی شروع کی جاتی ہے پھر ہر ساٹھ میل کے بعد دائیں یا بائیں ایک میل ہٹ کر اس فرق کو نکالا جاتا ہے۔

مگر پرندے دور دراز کا سفر کسی قطب نما کی مدد کے بغیر براہ راست طے کرتے ہیں، خصوصاً شہد کی مکھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثم کلی من کل الثمرت فاسلکی سبل ربک ذللا﴾ (۱۶ - ۶۹)

اس سے ثابت ہوا کہ رب کریم کی شان تربیت نے شہد کی مکھی کی پرواز کے لئے بہت دور دراز کے راستے مسخر فرما دیئے ہیں، مکھیوں کے ماہرین اس کا مشاہدہ بتاتے ہیں۔

جب میں اس آیت کی تلاوت کرتا ہوں تو یہ دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! جیسے تو شہد کی مکھی کو اپنے مقصد میں سیدھا چلاتا ہے ہمیں اپنی محبت و رضا و تعلّق کے راستے میں ایسا ہی سیدھا چلا، کوئی رکاوٹ اثر نہ کرسکے۔

(۸۰) شرعی حلالہ:

بے دین لوگ بیوی کو تین طلاقیں دے کر حرام کرلیتے ہیں پھر پچھتاتے ہیں کہ

اب کیا کیا جائے، کچھ تو ان میں سے غیر مقلدین سے فتویٰ لے آتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں تو ایک ہزار بار طلاق دینے پر بھی ایک ہی طلاق پڑتی ہے اور بعض لوگ حلالہ کے ذریعہ اس عورت کو دوبارہ حاصل کرلیتے ہیں۔ حلالہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی دیوث اپنی بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسرے کو دے دے اور وہ اسے استعمال کر کے اس دیوث کو واپس کردے، ایسی بے غیرتی کی اجازت شریعت کیسے دے سکتی ہے؟ قرآن مجید میں تین طلاقوں کے بعد فرمایا:

﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره﴾ (۲۔ ۲۳۰)

یعنی شوہر نے تین طلاقیں دے دیں بعد میں اتفاقاً اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کرلیا، اس نے اتفاقاً طلاق دے دی یا مرگیا تو اس عورت کا پہلے شوہر سے نکاح کرلینا جائز ہے، حلالہ کے یہ معنی نہیں کہ شرائط کے ساتھ حلالہ کی نیت سے کوئی مرد نکاح کرے اور پھر اس نیت سے طلاق دے دے کہ زوج اول اس عورت سے نکاح کرسکے۔ اگر مروجہ طریقہ سے یعنی بنیّت حلالہ نکاح ثانی ہوا تو عورت حلال تو ہو جائے گی لیکن اس کام میں حصہ لینے والوں پر لعنت برسے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

﴿لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المحلل والمحلل له﴾ (دارمی، ابن ماجہ)

حلالہ کرنے والے پر بھی لعنت، حلالہ کروانے والے پر بھی لعنت، حدیث میں ان دونوں پر لعنت کی تو صراحت ہے لیکن ایسا حرام کام کروانے والی عورت لعنت سے کیسے بچ سکتی ہے، تینوں پر لعنت۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچیں کہ جس کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہو اس کام کے لئے جواز کا فتویٰ دینے والے لعنت سے کیسے بچیں گے؟ "حرامہ" کا نام "حلالہ" رکھ کر خوب خوب حرام کاریاں کی

جارہی ہیں۔ ایسی دیوثی کو اسلام کی طرف منسوب کر کے پوری دنیا میں اسلام کو بدنام کررہے ہیں۔ بے دین لوگوں نے اس ”شری حلالہ“ کا ”شرعی حلالہ“ نام رکھ دیا ہے۔

(۸۱) سیاست کے معنی:

سیاست کے لغوی معنی ہیں تدبیر کرنا اور مقصد ہے آخرت کی تدبیر، دنیا کی تدبیر بھی دراصل آخرت کی تدبیر کے تابع ہے اسی کے لئے ہے۔ سیاست کی کچھ اہمیت اور مدارج ہیں:

❶ سب سے اول ذاتی تدبیر، اپنی ذات کے لئے کہ اپنے اوپر اللہ نے جو اختیار دے رکھا ہے وہ برباد نہ ہو، اپنی صلاحیتوں کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ ذخیرۂ آخرت بنے۔
❷ اہل و عیال کی تدبیر
❸ اہل محلّہ کی تدبیر
❹ اپنے شہر کی تدبیر
❺ اپنے علاقے کی تدبیر
❻ اپنے ملک کی تدبیر
❼ پوری دنیا کی تدبیر

اس میں جو اقرب ہے وہ زیادہ اہم و اقدم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ (۲۶ - ۲۱۴)

”اور اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈرا۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا﴾ (۶۶ - ۶)

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم سے بچاؤ۔"

اپنے اور دوسروں کے اعمال کی اصلاح کی فکر و توجہ میں تقدم و تاخر زمانی نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ زمانی کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اپنی اصلاح نہ ہو دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کرے، یہ مراد نہیں۔ تقدم ذاتی مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اہمیت و فکر تو اپنی اصلاح کی زیادہ ہو مگر ساتھ ساتھ دوسروں کی اصلاح کے لئے بھی فکر و محنت جاری رہے، یہ نہیں کہ جب تک اپنی اصلاح نہ ہوجائے، بیوی بچوں کو کھلا چھوڑ دے وہ جو چاہیں کرتے رہیں۔ غرضیکہ جب تک اول نمبر تام نہ ہو اس وقت تک دوسروں کی طرف توجہ نہ کرنا غلط ہے، بس صرف اہمیت کا فرق ہے۔ دوسروں کی بنسبت اپنی اور اپنے اہل و عیال کی فکر اور اس پر محنت زیادہ ہو۔ عقلی لحاظ سے بھی یہ حقیقت پوری دنیا کے مسلمات میں سے ہے۔

(۸۲) تصوف فقہ کی اعلیٰ و افضل قسم:

فقہ کی دو قسمیں ہیں، فقہ ظاہر اور فقہ باطن۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ کی جو تعریف بیان فرمائی ہے وہ توضیح میں یوں نقل کی گئی ہے:

﴿معرفة النفس مالها وما عليها﴾

پھر فقہ باطن کی اہمیت و افضلیت کی وجہ سے اس کا مستقل نام "تزکیۂ نفس اور سلوک" پڑ گیا جیسے کہ نافہ میں ہرن کا خون ہی ہوتا ہے مگر عمدگی کی وجہ سے اس کا مستقل نام پڑ گیا مشک یا کستوری ؎

فان تفق الانام وانت منهم
فان المسک بعض دم الغزال

اسی طرح یاقوت بھی پتھر ہے مگر وہ بہت قیمتی ہے اس لئے اس کا عام پتھر سے

الگ مستقل نام پڑگیا گویا کہ جنس ہی الگ ہے۔

محمد بشر لیس کالبشر
بل هو یاقوت والناس کالحجر

فقہ باطن کی زیادہ اہمیت اس لئے ہے کہ فقہ ظاہر سے متعلقہ اعمال کی قبولیت اور ان پر اجر کا مدار صلاح قلب پر ہے جو فقہ باطن سے مقصد ہے، صلاح قلب کے سوا بعض اعمال تو قبول ہی نہیں جنت کی بجائے جہنّم کا سامان ہیں اور بعض قبول ہیں تو ان کا اجر ناقص ملتا ہے، صلاح قلب سے اعمال قبول ہوتے ہیں اور اجر بہت بڑھ جاتا ہے۔

(۸۳) مجاہدہ اجر میں زیادتی کا باعث:

کسی عمل پر اجر کا ملنا اور باطنی ترقی، اصلاح قلب اور اس کی استعداد کا بڑھنا دو جدا جدا باتیں ہیں، حالت فسق میں جو نیکی کی جاتی ہے اجر تو اس کا بھی ملے گا لیکن باطنی ترقی نہیں ہوگی۔ باطنی ترقی اس کام میں ہوتی ہے جس میں مجاہدہ شامل ہو۔ مجاہدات اور قربانیوں کے ساتھ جو نیکی ہوگی اس میں اجر بھی زیادہ اور ترقیات روحانیہ بھی، اور بلامجاہدہ یا فسق کے ساتھ جو نیکی ہوگی اس میں اجر تو ہے مگر باطنی ترقی نہیں ہوگی۔

(۸۴) علم میں ترقی کا طریقہ:

علم میں ترقی اس وقت ہوتی ہے جب ہر بڑے چھوٹے سے باتیں پوچھتا رہے، اپنا مقصد حاصل کرنا چاہئے خواہ بڑے سے ہو یا مساوی سے یا چھوٹے سے، چھوٹوں سے سیکھنے میں بھی عار نہ کرے پوچھتا ہی رہے اس سے علم میں ترقی ہوگی اور عجب و کبر کا علاج بھی، خاص طور پر اہل مجلس کے سامنے پوچھنے کی عادت ڈالیں۔

۸۵ برہنہ حالت میں بولنے کا حکم:

جاہل صوفی برہنہ حالت میں بات کرنے کو بالکل ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں، یہ علم شریعت سے جہالت کی وجہ سے دین میں غلو ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لباس اتارے ہوئے ہوں تو اس حالت میں بات کرنا شرعًا ناجائز نہیں بلکہ طبعی طور پر برا معلوم ہوتا ہے۔ اگر حیاء طبعی حیاء شرعی سے معارض ہو تو حیاء طبعی واجب الترک ہے، اگر شریعت کے خلاف نہ ہو تو حیاء طبعی محمود ہے بلکہ حیاء شرعی کا گویا ایک فرد ہوگا۔ بس حیاء کا تقاضا ہے کہ اس حالت میں بات نہ کرے۔ اگر ضرورت کے باوجود بھی نہیں بولتا بلکہ عجیب عجیب آوازیں نکالتا ہے (ہوں، اوں، [illegible]، ایں وغیرہ) حتیٰ کے دوسرے کو بات سمجھنے میں دشواری ہو تو یہ ایذاء غیر ہے جو حرام و ناجائز ہے کیونکہ یہ حکم شرعی ترک ایذاء مسلم سے معارض ہے۔

۸۶ معتبر پردہ کون سا ہے؟:

لوگوں نے ازخود ہی پردہ کی دو قسمیں بنالی ہیں کہتے ہیں کہ فلاں کے ہاں پردہ تو ہے مگر شرعی پردہ نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ شریعت میں پردہ کی دو قسمیں نہیں صرف اور صرف ایک ہی قسم ہے اس لئے جن گھرانوں میں شریعت کے مطابق پردہ نہیں وہاں درحقیقت پردہ ہے ہی نہیں کیونکہ پردہ تو وہی معتبر ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

۸۷ کتاب صحیح ہونے کی شرط:

کتاب کے صحیح و معتمد علیہ ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط اس کا مخدوم ہونا بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کتاب جب تالیف کی گئی اس وقت سے مسلسل طبع ہوتی آرہی ہے اور اس پر شروح و حواشی کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اگر تالیف کے

بہت عرصہ بعد طبع ہویا جلدی طبع ہو گئی لیکن اہل علم نے اس پر حواشی و شروح وغیرہ کا کام نہیں کیا تو وہ مخدوم نہیں، اس لئے کتب معتمد علیہا سے نہیں جیسے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وقت تالیف کے بہت عرصہ بعد طبع ہوئیں جس کی وجہ سے ان پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

۸۸ اسلام کا تصور قومیت:

اسلام میں قومیت کا تصور یہ ہے کہ سب مسلمان ایک قوم ہیں اور کافر دوسری قوم، ذات مثلاً اعوان، آرائیں راجپوت وغیرہ کی بنیاد پر انجمن بنانا (تحفظ حقوق وغیرہ کے لئے) صحیح نہیں تمام فسادات و امراض انہی تعصبات سے جنم لیتے ہیں۔ اقبال نے خوب کہا ہے ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرھن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ ذاتیں اور قومیں اور قبائل وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے شناخت کے لئے بنائے ہیں، اللہ کے نزدیک عزت و ذلت کا مدار صرف تقویٰ پر ہے، ان کی نظر میں معزز صرف وہ ہے جو ان کی نافرمانی سے بچے، فرمایا:

﴿یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ۝﴾

(۴۹ - ۱۳)

۸۹ اللہ کی محبت کا چشمہ:

ایک بادشاہ بڑے عیش و آرام سے اپنے وسیع و عریض محل میں بے شمار بیویوں، لونڈیوں، شہزادوں، شہزادیوں اور خدام میں زندگی بسر کر رہا تھا، محل میں پانی کا انتظام

باہر سے شیریں پانی کی نہروں سے کیا گیا تھا، کسی دانشمند نے بادشاہ سے کہا کہ دشمن کا کوئی اعتبار نہیں، ہوسکتا ہے کہ حملہ ہوجائے تو وہ باہر سے آنے والی نہریں کاٹ دے اس لئے محل کے اندر کوئی چشمہ یا کوئی کنواں کھدوالیں تاکہ بوقت ضرورت زندگی تو بچ سکے لیکن بادشاہ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اس نے سوچا کہ بلاوجہ ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آخر ایسا ہی ہوا دشمن نے حملہ کیا اور محل شاہی کا محاصرہ کرکے پانی کی تمام نہریں جن سے محل میں پانی جاتا تھا کاٹ دیں اب تو جان پر بن گئی محل میں پینے کو ایک گھونٹ بھی پانی نہیں، کیا کریں، بہت حسرت ہوئی کہ کاش میں محل کے اندر چشمہ کھود لیتا خواہ میٹھا نہ ہوتا کھاری ہی ہوتا کم از کم جان تو بچ جاتی۔ مگر اس کی حسرت و افسوس کسی کام نہ آئی خود بھی اور خانوادہ شاہی بھی یونہی تڑپ تڑپ کر ختم ہوگئے۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان کر کے فرمایا کہ دنیا کی ساری لذتیں اور عیش و آرام کے اسباب سب خارجی اور بیرونی نہروں کی طرح ہیں موت کے وقت یہ سب کاٹ دی جائیں گی اگر دل کے اندر اللہ کی محبت کا چشمہ ہوا اگرچہ کھاری ہی ہو تو اس سے کام چل جائے گا ورنہ تو بادشاہ کی طرح حسرت ہوگی۔

یہاں کھاری چشمہ سے مراد اتنی محبت ہے جو دنیا و آخرت کی جہنم سے بچالے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے ورنہ تو موت کے وقت حسرت ہوگی کہ ہائے کاش! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلّق قائم کرلیتے اگرچہ قلیل ہی ہوتا۔ اس قصہ کو سوچتے رہا کریں اور محاسبہ کرتے رہیں کہ دل میں اللہ کی محبت کا چشمہ ہے یا نہیں، کہیں بوقت ضرورت (بعد موت) حسرت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(۹۰) صلاح قلب کی علامت:

صلاح قلب کی علامت یہ ہے کہ جو کام سامنے آئے اس کے کرنے سے قبل دل میں یہ سؤال پیدا ہو کہ یہ جائز ہے یا نہیں، کسی بڑے سے پوچھے اور ساتھ ہی

ساتھ خود بھی غور و فکر سے کام لے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کھول دیتے ہیں، ارشاد ہے:

﴿یایھا الذین امنوا ان تتقوا اللّٰہ یجعل لکم فرقانا﴾

(۸-۲۹)

غور و فکر کے بعد دل مطمئن ہوجائے تو اس کام کو کرے ورنہ نہ کرے۔ اگر کسی کے قلب میں جائز یا ناجائز کا خیال پیدا نہیں ہوتا تو یہ فساد قلب کی دلیل ہے۔

⑨① اہل اللہ سے انتفاع کا طریق:

جو شخص اہل اللہ کے قول و عمل پر گہری نظر رکھے گا اسے ان جیسی صفات مل جائیں گی اور عمل کی توفیق ہوجائے گی، جب اللہ تعالیٰ کسی کو بنادیتے ہیں یعنی تعلق مع اللہ حاصل ہوجاتا ہے تو اسے فکر عطاء فرمادیتے ہیں، پھر اس کا کوئی قول یا عمل بے کار نہیں ہوتا اس لئے جو بھی اتباع کی نیت سے غور و فکر سے ان کے قول و عمل کو دیکھے گا اسے نفع زیادہ ہوگا۔

⑨② بے دینوں کا اشکال:

بعض لوگ یہ اشکال کرتے ہیں کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا اسے دنیا و آخرت میں سکون نصیب ہو ہی نہیں سکتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سخت بے دین لوگ نہایت عیش و آرام و عزت میں ہیں اور بہت سے دیندار گناہوں سے بچنے والے قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور ان کی زندگی میں بظاہر کوئی راحت و عیش نہیں۔

اس اشکال کا جواب تفصیل سے تو دیتا رہتا ہوں آج ایک نیا جواب سنئے کہ یہ اشکال بھی اس شخص کو ہوتا ہے جس نے گناہ نہیں چھوڑے جس کی وجہ سے اس

میں عقل نہیں ہوتی صحیح بات اس کی سمجھ میں آہی نہیں سکتی اور جس شخص نے گناہ چھوڑ دیئے اسے کبھی بھی یہ اشکال نہیں ہوگا کیونکہ اس پر تو یہ حالت گزر رہی ہوتی ہے کہ بظاہر تکلیف اور بباطن راحت و سرور۔

﴿۹۳﴾ ”سگا بھائی“ کے معنی:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وعظ ”طریق القلندر“ میں فرمایا کہ جو عورتیں زادوں (چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد) سے پردہ نہیں کرتیں بلکہ انہیں سگا بھائی کہتی ہیں یہ سگ سے ہے۔ سگ کے معنی ہیں کتا ”سگا“ میں الف بڑائی کے لئے ہے یعنی ”بڑا کتا“ یہ چاروں تخم ”بڑے کتے“ ہیں بڑے خطرناک ہیں۔ جس کے دل میں درد ہوتا ہے وہ تو طرح طرح سے کہتا رہتا ہے لوگوں کو سمجھاتا رہتا ہے۔ پردہ اور ڈاڑھی کے بارے میں جو بات میں کہتا رہتا ہوں حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی وہی الفاظ مل گئے، فرمایا کہ پردہ اور ڈاڑھی وغیرہ کے بارے میں بیان کرتے کرتے ہمیں شرم آنے لگتی ہے لیکن لوگوں کو ڈاڑھی منڈاتے منڈاتے شرم نہیں آتی۔ حکیم الامۃ کے کسی وعظ میں میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ایمان کا ہونا ازبس مشکل ہے۔ واللہ الحفیظ۔

﴿۹۴﴾ مؤاخذہ کے لئے عقل کافی ہے:

جدید طبقہ کی طرف سے ایک اشکال کیا جاتا ہے کہ جو بچہ کافر کے گھر پیدا ہوا اس کی فطرت اسلام ماحول، والدین اور رشتہ داروں نے ضائع کردی اور یہ اس کے مقدر میں تھا کہ اہل کفر کے ہاں پیدا ہو، لہٰذا اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو مؤاخذہ کیوں؟ ویسے بھی بچہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے جو اس کے والدین کا ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد انسان کو اس کی عقل سوچنے پر مجبور کرتی

ہے، خصوصاً توحید و رسالت تو عقلی چیزیں ہیں۔ آج اسلام کوئی پوشیدہ مذہب نہیں، دنیا کے کسی خطے میں، پہاڑ کی اونچی سے اونچی چوٹی پر کوئی رہتا ہو اس نے بھی اسلام کا نام سنا ہے تو اس نے تحقیق و جستجو کیوں نہ کی اس لئے وہ مجرم ہے۔ بھنگی کا بچہ بھی ضرور سوچتا ہے کہ وہ بھنگی نہ بنے پڑھ لکھ کر افسر بنے اور بہت سے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا بھی ہے، تو کفر کے ماحول میں رہ کر وہ تحقیق مذاہب کی طرف متوجہ کیوں نہ ہوا؟ کچھ تو سوچتا، فکر کرتا، کوشش کرتا، عقل کو استعمال میں نہ لانا اور معاد (آخرت) کی فکر نہ کرنا یہی رضا علی الکفر ہے۔

۹۵ زینہ اترتے چڑھتے وقت کے اذکار کی حکمت:

میں دوسروں کی تعلیم کے لئے زینہ اترتے چڑھتے وقت کے اذکار مأثورہ چند بار بلند آواز سے کہتا ہوں۔ اذکار مأثورہ یہ ہیں: زینہ اترتے وقت سبحان اللہ اور چڑھتے وقت اللہ اکبر ان مخصوص مواقع میں ان مخصوص اذکار کی حکمت یہ ہے کہ پستی میں اترتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس لئے بیان کی جاتی ہے کہ وہ پستی سے پاک ہے اور چڑھتے وقت اس خیال کی اصلاح مقصود ہے کہ ہم بلندی پر جا رہے ہیں، بلندی اور کبریائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

۹۶ باطنی بلندی اور پستی کی مثال:

بلندی پر چڑھنے کے لئے جھک کر چڑھنا پڑتا ہے اور پستی کی طرف اترنے کے لئے اکڑ کر چلا جاتا ہے، باطنی بلندی اور پستی کا بھی یہی حال ہے، بلندیوں پر پہنچنے والے جھک کر اللہ کے سامنے دب کر تواضع اور عجز و انکسار سے یہ منازل طے کرتے ہیں اور کبر و غرور سے اکڑے رہنے والے پستی میں گرتے ہیں۔

(۹۷) فساد نیت کی دلیل:

کسی شخص سے اس کے کسی قول یا عمل کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ مختصر دو ٹوک جواب دینے کے بجائے لمبی تقریر شروع کردے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس شخص میں یقیناً فساد ہے۔

(۹۸) دینی نفع کے لئے طلب عزت:

مناجات مقبول میں ایک دعاء ہے:

﴿اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا﴾

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظر میں بڑا بننا تو بظاہر حب جاہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں کی نظر میں ہم حقیر نہ رہیں تاکہ وہ تکلیف نہ پہنچائیں کیونکہ لوگوں کی ایذاء رسانی سے دین کے کاموں میں حرج واقع ہوگا سو اس دعاء سے مقصود خدمت دین کے لئے دفع مضرت و جلب منفعت بھی ہے کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں گے تو دینی استفادہ زیادہ کریں گے اس طرح ان کا بھی فائدہ ہے اور میں بھی ان کی ایذاء رسانی سے محفوظ رہ کر دین کا کام زیادہ کرسکوں گا تو میرا بھی فائدہ ہوگا۔

(۹۹) کسی سے اصلاحی تعلّق رکھنے کی برکت:

حضرت اقدس کے متعلّقین میں سے ایک بیرون ملک مقیم نے خط میں اپنے بارہ سالہ بیٹے کا قصہ یوں تحریر کیا:

”پاکستانی اسکول کے استاذ نے میرے بیٹے کو حکم دیا کہ تم ٹائی لگا

> کر اسکول آیا کرو دوسرے دن میرا بیٹا مدرسہ کی وہ کتاب جس میں لکھا تھا کہ ٹائی لگانا اختیاری ہے ساتھ لے کر گیا اور ایک بوسیدہ سی ٹائی اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لی۔ استاذ پھر غصہ کرنے لگے تو فوراً مدرسہ کے قوانین کی کتاب دکھائی۔ اس پر استاذ نے کہا کہ نہیں یہ استاذ کی مرضی پر ہے، ٹائی کہاں ہے؟ میرے بیٹے نے ٹائی نکال کر میز پر رکھ دی، استاذ نے کہا کہ ٹائی لگاؤ بچے نے جواب دیا کہ مجھے اجازت نہیں۔ استاذ نے کہا کس کی؟ جواب ”میرے اللہ کی“۔ اس پر استاذ نے کہا کہ بڑے دیندار بنتے ہو۔ اس پر میرے بیٹے نے ٹائی کو فرش پر ڈال کر جوتے سے خوب رگڑا۔ یہ منظر جماعت کے اور سب لڑکے بھی دیکھ رہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے، الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دستگیری فرمائی اور وہ غالب رہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! ایسے واقعات مجھ جیسے ناکارہ کے ساتھ ہونے سے یہ یقین بڑھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے میرے مرشد پاک کی مجھ پر شفقت اور دعاؤں کا اثر ہے، اللہ تعالیٰ اس میں اور زیادہ ترقی عطاء فرمائیں اور قدر نعمت کی توفیق عطاء فرمائیں آمین۔“

حضرت اقدس نے یہ قصہ اہل مجلس کو سنوا کر فرمایا کہ جو لوگ دین پر عمل کرنے میں طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں ان کے لئے اس قصہ میں کتنا بڑا سبق ہے کہ ایک بچہ گھر سے دور تنہا کس طرح بے دین استاذ کے مقابلہ میں دین پر استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

(۱۰۰) سوتے شیر جاگ اٹھے:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو مخلوق پیدا فرمائی ہے ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کا جسم اللہ تعالیٰ نے خونخوار جانوروں کی طرح بنایا ہے جیسے شیر، دوسری وہ جس کا جسم بھیڑ بکریوں کی طرح بنایا ہے۔ دیکھا جائے کہ انسان کا جسم اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہے، شیر کی طرح بنایا ہے یا بھیڑ کی طرح۔

① شیر کے منہ میں نیچے اوپر دونوں طرف دانت ہوتے ہیں، بکری کے ایک طرف ہوتے ہیں دو طرف نہیں ہوتے۔ انسان کے منہ میں بھی دونوں طرف دانت ہوتے ہیں، تو بتائیں اسے اللہ نے شیر کی طرح بنایا ہے یا بھیڑ کی طرح؟ شیر کی طرح بنایا ہے۔

② دوسرا فرق دانتوں میں یہ ہے کہ شیر کے ناب ہوتے ہیں دونوں طرف بڑے بڑے چار دانت، جنہیں اردو میں نیش کہتے ہیں، بکری کے نیش نہیں ہوتے۔ انسان کے منہ میں بھی شیر کی طرح نوک دار دانت ہوتے ہیں تو یہ شیر ہے یا بھیڑ؟ شیر ہے۔

③ شیر کے پنجے ہوتے ہیں بکری کے کھر ہوتے ہیں۔ اب بتائیں کہ انسان کس قسم میں داخل ہے اس کے شیر جیسے پنجے ہیں یا بکری جیسے کھر ہیں؟ شیر جیسے پنجے ہیں۔

④ شیر کی خوراک گھاس نہیں گوشت ہے۔ بکری گوشت بالکل نہیں کھاتی، بھیڑ بکری گھاس کھاتی ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھیں کہ انسان زیادہ مرغوب غذاء کون سی کھاتا ہے؟ گوشت کھاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے اسے شیر بنایا ہے بکری نہیں بنایا یہ شیر کی جنس میں سے ہے۔

⑤ شیر کا منہ ترس (ڈھال) کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے، بکری کا منہ لمبا ہوتا ہے۔ انسان کا منہ کیسے ہے بکری کی طرح ہے یا شیر کی طرح؟ شیر کی طرح ہے۔ اللہ نے اسے شیر بنایا ہے بکری نہیں بنایا۔

۶ شیر شادی کرتا ہے بکری شادی نہیں کرتی جہاں سے بھی مقصد پورا ہو جائے، بھیڑ بکریوں میں شادی وادی کا قصہ نہیں، انسان شادیاں کرتا ہے یا ایسے ہی بھیڑ بکری کی طرح مقصد نکالتا ہے؟ شادیاں کرتا ہے۔ گمراہ اور بے دین لوگ اگرچہ بدمعاشی کرتے رہتے ہیں مگر شادیاں تو کرتے ہیں نا۔ بتایئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیر بنایا ہے یا بکری بنایا ہے؟ شیر بنایا ہے۔

۷ شیر اکل (کھانے والا) ہے، بکری مأکول (کھائی گئی) ہے۔ شیر دوسرے جانوروں کو کھاتا ہے جبکہ بکری کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہے، یہ مأکولہ ہے وہ اکل ہے۔ انسان دوسری چیزوں کا گوشت کھاتا ہے یا خود اپنا گوشت دوسروں کو پیش کرتا ہے کہ مجھے کھاؤ؟ کھاتا ہے نا، شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۸ بکری اتنا دودھ دیتی ہے کہ اس کے بچے پی لیں پھر بھی اتنا زائد ہوتا ہے کہ انسان پیتے ہیں۔ شیرنی صرف اپنے بچوں کی ضرورت کے مطابق دودھ دیتی ہے وہ اتنا دودھ نہیں دیتی کہ اس کو دوہ دوہ کر نکال نکال کر، ڈبے بھر بھر کر بازار میں لے جاکر فروخت کیا جائے، اس معاملہ میں بھی انسان کا طریقہ شیر جیسا ہی ہے تو بتایئے انسان شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۹ شیر اپنے کھانے پینے میں خود کفیل ہے کسی کا محتاج نہیں جبکہ بکری خود کمانے کھانے کے قابل نہیں اسے انسان چراتا ہے، گھاس واس دیتا ہے، بکری دوسروں کی محتاج ہے۔ انسان خود کماتا کھاتا ہے یا دوسروں کا محتاج ہے؟ خود کماتا کھاتا ہے۔ شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۱۰ شیر کا اقتناع نہیں کیا جاتا بکری کا اقتناع کیا جاتا ہے یعنی شیر آزاد ہے پرورش میں کسی کا محتاج نہیں، بکری اپنی پرورش و اقتناع میں غیر کی محتاج ہے۔ انسان بچپن میں تو دوسرے کا محتاج ہوتا ہے لیکن یہ کام اسی کی جنس کے لوگ والدین وغیرہ کرتے ہیں ایسے تو نہیں کہ انسان کی پرورش و اقتناع کے لئے کوئی دوسری مخلوق ہو، تو بتایئے؟ یہ شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۱۱ شیر اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت خود کرتا ہے، بکری اپنی حفاظت ہی نہیں کرپاتی تو اپنے بچوں کی حفاظت کیسے کرے گی؟ دوسرے اس کی حفاظت کرتے ہیں، انسان اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت خود کرتا ہے یا کوئی دوسری مخلوق اس کی حفاظت کرتی ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے معین فرمادیئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ ظاہرًا تو انسان خود ہی اپنی حفاظت کرتا ہے، بتائیں یہ شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۱۲ شیر اپنا علاج خود کرتا ہے، اللہ تعالیٰ حیوانات کے دلوں میں علاج کی تدابیر ڈال دیتے ہیں یہ اپنا علاج خود کرلیتے ہیں۔ حقنہ کرنا اور تلقیح یعنی انجکشن لگانا بگلے سے سیکھا گیا ہے بقراط نے بگلے سے سیکھا پھر اس سے آگے قصہ چلا ہے، شیر اپنا علاج خود کرتا ہے، بکری اپنا علاج کر ہی نہیں پاتی، بکریوں کے تو ہسپتال ہیں ان کے ڈاکٹر ہیں وہ ان کا علاج کرتے ہیں، انسان اپنا علاج خود کرے گا یا اپنے ہم جنس سے کروائے گا بکری کی طرح تو نہیں کہ نہ خود اپنا علاج کرسکتی ہے نہ اپنے ہم جنس سے کرواسکتی ہے۔ بتایئے کہ انسان شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۱۳ آواز میں دیکھیں شیر گرجتا ہے اور بکری میں میں، بھیڑ بھی ایسے بھیں بھیں، اگر انسان میں کچھ طاقت ہے بالکل مریل نہیں تو اس کا جب کہیں کسی سے سامنا ہوتا ہے تو وہ گرجتا ہے یا یہ میں میں کرتا رہتا ہے؟ گرجتا ہے نا۔ شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

۱۴ شیر ثابت النّسب ہے بھیڑ بکری ثابت النّسب نہیں، انسان بھی ثابت النّسب ہے، تو یہ شیر ہے یا بکری؟ شیر ہے۔

اچھا اب بتائیں کہ جو لوگ جہاد نہیں کرنا چاہتے وہ بکری کی طرح ہیں نا تو ان کے ایک جانب کے دانت اکھاڑ دیں دوسری جانب کے انیاب (نیش) اکھاڑ دیں کیونکہ ان کے لئے بے کار ہیں یہ تو بکریاں ہیں، ان کے پنجے بھی کاٹ دیئے جائیں، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں کاٹ کر گول سا کھر بنادیا جائے بکری یا گائے بھینس کی طرح اور جہاد سے

ڈرنے والے گوشت کھانا چھوڑ دیں گھاس کھایا کریں، شادیاں کرنا چھوڑ دیں بس ایسے ہی کام چلاتے رہیں اور شیر جیسا چہرہ کاٹ چھانٹ کر بکری جیسا لمبوترا سا بنالیں۔ سنا ہے کہ امریکہ وغیرہ میں اس طرح چہرے مسخ ہورہے ہیں۔ جہاد سے ڈرنے والے بکریوں جیسی صورت بنائیں، بکریوں جیسے خصائل پیدا کریں اور بکریوں کی طرح بولیں میں میں کیا کریں۔ گوشت کھانا چھوڑ دیں گھاس کھایا کریں۔

شیر کا بچہ کہیں بھٹک کر بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں چلا گیا، خود کو بھی بھیڑ بکری سمجھنے لگا اور انہی کی طرح بولنے لگا اچانک کسی شیر کا اس طرف گزر ہوا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شیر کا بچہ بھیڑ بکریوں میں کیسے چلا گیا۔ اس کے پاس جاکر اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ تو تو شیر کا بچہ ہے مگر وہ مانتا ہی نہیں مسلسل یہی کہے جارہا ہے کہ نہیں میں تو بھیڑ ہوں بھیڑ، شیر نے کہا اچھا ذرا میرے ساتھ چلو وہ اسے ایک چشمہ پر لے گیا وہاں جاکر اس سے کہا پانی میں عکس دیکھو کہ میرا اور تیرا عکس ایک جیسا ہے یا نہیں تو اس بچے نے کہا ہاں میں تو شیر ہوں، یہ کہہ کر ایک جست لگائی اور بھیڑ بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا۔

ایسے ہی ماضی قریب کے مسلمان بھیڑوں بکریوں میں رہتے رہتے خود کو بھیڑ بکریاں سمجھنے لگے تھے ۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

مسلمان تو شاہین تھے شاہین، شیر تھے، انگریز مردود نے ان سب کو بھیڑ بنادیا، کرگس بنادیا، یہ خود کو شیر یا شہباز یا شاہین نہیں سمجھتے بلکہ کرگس سمجھتے ہیں، یہ انگریزوں کی لعنت ہے۔ افغانستان میں جہاد کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے گزشتہ صدی کا تقریبًا درمیانہ نصف جہاد سے بالکل غفلت میں گذرا ہے۔ انگریز نے تجربہ کر کے یہ یقین کرلیا کہ قتال کے ذریعہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے انہیں زیر کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ ان کے ذہنوں سے جہاد کھرچ کھرچ کر نکال دیا جائے، ان

کے دل و دماغ کو جہاد کے جنون سے صاف کردیا جائے اس مقصد کے لئے انگریز نے کئی تدبیریں اختیار کیں، مثلاً اسکول اور کالج کی تعلیم اور کئی افراد اور کئی جماعتیں پیدا کیں جن کے اثر سے عوام تو عوام صوفیہ اور علماء تک جہاد سے ایسے غافل ہوگئے کہ گویا یہ دین کا کوئی فریضہ ہے ہی نہیں ماحول کے اثر نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔

نہ ہوئی زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کرگئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

زاغ میں بلند پروازی کہاں وہ تو اتنا اوپر اڑتا ہے کہ پاخانہ نظر آتا رہے کہاں کہاں پڑا ہوا ہے تھوڑا تھوڑا اڑے گا دیکھے گا جہاں پاخانہ ہوگا وہاں اترے گا ورنہ نہیں۔ یہ مسلمان تو شاہین تھا شاہین، شاہین بچے کو صحبت زاغ نے زاغ بنادیا، خراب کردیا اس میں بلند پروازی نہیں رہی یہ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی ادھر اسلحہ نہ آجائے، یہ نہ ہوجائے وہ نہ ہوجائے، کہیں گولی چھوٹنے کی آواز سن لیتا ہے تو بیہوش ہوا جاتا ہے، دعاء کیا کریں کہ یا اللہ! تو نے شیر بنایا ہے، شکل شیر کی بنادی تو ہمارے دل کو بھی شیر بنادے، بھیڑ نہ بنا۔ آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی دین سے دوری کا نتیجہ ہے کہ کافر شیر اور مسلمان بھیڑ بنے ہوئے ہیں ۔

یہ اعمال بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

لیکن بفضل اللہ تعالیٰ اب حالات بدل رہے ہیں کچھ شیر جو جاگ گئے انشاء اللہ تعالیٰ وہ باقی شیروں کو بھی جگا کر چھوڑیں گے ۔

ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسون شب غم توڑ دیا
اب جاگ اٹھے ہیں دیوانے دنیا کو جگا کر دم لیں گے

فہرست مواعظ ورسائل

فقیہ العصر مفتیٔ اعظم حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

ارشاد الرشید
رسائل الرشید
جواہر الرشید
باب العبر
اللہ کے باغی مسلمان
ہر پریشانی کا علاج
شرعی پردہ
ایمان کی کسوٹی
زندگی کا گوشوارہ
صراط مستقیم
مراقبۂ موت
جامعۃ الرشید
قربانی کی حقیقت
گلستان دل
محبت الٰہیہ
دینداری کے تقاضے
نمازوں کے بعد دعاء
حقیقت شیعہ

جشن آزادی
ٹی وی کا زہر
منکرات محرم
جہاد
سات مسائل
رمضان ماہ محبت
مسجد کی عظمت
ایٹمی دھماکہ
وصیت نامے
مسلم خوابیدہ
ترک گناہ
حفاظت نظر
استشارہ واستخارہ
استقامت
غیبت پر عذاب
مسلح پہرہ اور توکل
مصافحہ ومعانقہ
فتنہ انکار حدیث

شرعی لباس
پردۂ شرعی
طریقۂ مسح وتیمم
سیاسی فتنے
شادی مبارک
سیاست اسلامیہ
حقوق القرآن
ربیع الاول میں جوش محبت
وقت کی قیمت
اطاعت امیر
مدارس کی ترقی کا راز
چندہ کے مروجہ طریقے
گانے بجانے کی حرمت
آپ بیتی
ذکری فرقہ
عیسائیت پسند مسلمان
مدنی دعوت وتبلیغ کا نقشہ
بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا

انوار رشید (حالات وارشادات)
تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود
تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ کا ثواب
زحمت کو رحمت میں بدلنے کا نسخہ اکسیر
مسلح جہاد کے بغیر تکمیل تبلیغ ممکن نہیں
علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟
بدعات مروجہ اور رسوم باطلہ
سود خور سے اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ
مودودی صاحب اور تخریب اسلام
مرض وموت، احکام شرعیہ اور رسوم باطلہ
تعلیم و تبلیغ اور جہاد کیلئے کثرت ذکر کی ضرورت
ایمان قتال فی سبیل اللہ اور تبلیغ لازم وملزوم
شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت
قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش
لشکر محمدی طالبان کے لئے مبشرات
القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب
بعض ضروری مسائل حج
فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت

کتابوں اور کیسٹوں کی مکمل فہرست کتاب گھر سے حاصل کریں

منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ کتب منگوانے کا پتا

کتاب گھر السادات سینٹر بالمقابل دار الافتاء والارشاد۔ ناظم آباد۔ کراچی
فون نمبر 6683301، فیکس نمبر 021-6623814
اکاؤنٹ نمبر 89-1829، حبیب بینک لمیٹڈ البدر اسکوائر برانچ کراچی